Globethics Repository

Kitab al-Tauhid (Volume 2. Part 1)

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see https://www.globethics.net. Data and content policy of Globethics Repository see https://repository.globethics.net/pages/policy.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	ManshuratMinhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-07 22:37:48
Link to Item	http://hdl.handle.net/20.500.12424/186031

کتابُ التوحید

﴿جلد دُوُم﴾

مِنھاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 042-7237695

www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

دَعَا اِلَی اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِکُونَ بِهِ

مُسْتَمْسِکُونَ بِحَبْلٍ غَیرِ مُنْفَصِمِ

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۹۷۰-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔۱/ اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت/ اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	کتاب التوحید ﴿جلد دُوم﴾
خطبات و دراسات	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	ڈاکٹر علی اَکبر الازہری
تحقیق و تخریج	:	محمد تاج الدین کالامی، حافظ فرحان ثنائی
زیرِ اِہتمام	:	فرید ِملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	فروری 2007ء (1,100)
اِشاعتِ دُوم	:	ستمبر 2007ء
تعداد	:	1,100
قیمت پریمئر کاغذ	:	-/340 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.org

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	کتاب التوحید ﴿جلد دُوم﴾
خطبات و دراسات	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	ڈاکٹر علی اَکبر الازہری
تحقیق و تخریج	:	محمد تاج الدین کالامی، حافظ فرحان ثنائی
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	فروری 2007ء (1,100)
اِشاعتِ دُوم	:	ستمبر 2007ء
تعداد	:	1,100
قیمت VRG کاغذ	:	-/440 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.org

اِجمالی فہرست

صفحہ	عنوانات
۲۹	❁ پیش لفظ
	باب اوّل
۳۳	توحید اور توسُّل
	باب دوم
۱۳۹	توحید اور شفاعت
	باب سوم
۲۴۵	توحید اور اِستعانت و اِستغاثہ
	باب چہارُم
۳۲۹	توحید اور تبرک
	باب پنجم
۴۳۵	توحید اور شرعی وسائط

www.MinhajBooks.com

عنوانات	صفحہ
باب ششم	
توحید اور زِیارت	۵۴۳
باب ہفتم	
عقائد میں حزم و احتیاط کے چند اہم پہلو	٦۷۵
۞ مآخذ و مراجع	۷۲۱

www.MinhajBooks.com

فہرس

عنوانات	صفحہ
۞ پیش لفظ	۲۹
بابِ اوّل	
توحید اور توسُّل	۳۳
فصل اوّل: توسُّل کا معنی و مفہوم	۳۵
توسُّل کا لغوی مفہوم	۳۸
توسُّل کا شرعی مفہوم	۳۹
توسُّل کے بنیادی ارکان	۴۲
عقیدۂ توسُّل کا صحیح تصوّر	۴۳
شرائطِ توسُّل	۴۵
اقسامِ توسُّل	۴۶
توسُّل منافی توحید نہیں	۵۵
توکل اور توسُّل میں فرق	۵۶

www.MinhajBooks.com

عنوانات	صفحہ
فصل دوم: عقیدۂ توسُّل قرآن وحدیث کی روشنی میں	۵۹
عقیدۂ توسّل پر قرآنی دلائل	۶۱
۱۔ تلاشِ وسیلہ کا حکم	۶۱
۲۔ تلاشِ وسیلہ اَمرِ جائز ہے	۶۲
۳۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے توسُّل کا حکم	۶۳
۴۔ حضور ﷺ کے وسیلہ سے روزِ قیامت تکلیف سے نجات	۶۴
۵۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے عذاب کا ٹل جانا	۶۵
۶۔ قمیصِ یوسف علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا توسُّل	۶۶
۷۔ محرابِ مریم علیہا السلام سے سیدنا زکریا علیہ السلام کا توسُّل	۶۷
احادیثِ نبوی ﷺ سے توسُّل کا ثبوت	۷۱
۱۔ اعمالِ صالحہ کا وسیلہ	۷۲
۲۔ نماز کے وسیلہ سے گناہوں کی معافی	۷۴
۳۔ نوافل کے توسُّل سے قربِ الٰہی	۷۵
۴۔ بیٹیوں کی بہتر پرورش سے توسُّل	۷۶
۵۔ متحابین ومستغفرین کے وسیلہ سے عذاب کا ٹلنا	۷۷
۶۔ صدقات وخیرات کے وسیلہ سے بلاؤں کا ٹلنا	۷۷

صفحہ	عنوانات
۷۸	۷۔ نسبتِ صالحین کے وسیلہ سے مغفرت
۷۹	۸۔ کمزور اور ضعیف لوگوں کے وسیلہ سے رزق میں کشادگی
۸۰	۹۔ یَا عِبَادَ اللهِ! اِحْبِسُوْا عَلَيَّ کے الفاظ سے توسُّل
۸۳	**فصل سوم: حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل**
۸۵	۱۔ ولادتِ باسعادت سے قبل نبی اکرم ﷺ سے توسُّل
۸۶	(۱) حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل
۸۷	(۲) یہود کا حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کا معمول
۹۰	۲۔ حیاتِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل
۹۰	(۱) حضور ﷺ کے وسیلہ سے عذاب کا ٹل جانا
۹۱	(۲) توسُّلِ رسول ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معافی
۹۳	(۳) توسُّلِ رسول ﷺ سے بینائی کا لوٹ آنا
۹۵	(۴) حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے نزولِ باراں
۹۷	۳۔ بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل
۹۸	(۱) مغفرت بوسیلۂ مصطفیٰ ﷺ
۱۰۲	(۲) بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ کے استغفار کا وسیلہ
۱۰۲	(۳) وسیلہ مصطفیٰ ﷺ سے بارش کا نزول

عنوانات	صفحہ
(۴) خلافتِ فاروقی میں قبرِ انور سے توسُّل	۱۰۳
(۵) توسُّلِ رسول ﷺ سے حاجت برآری	۱۰۵
(۶) روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل	۱۰۸
(۷) حضور ﷺ کی نسبت سے آپ ﷺ کے چچا کا توسُّل	۱۱۲
(۸) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے استدلال	۱۱۶
فصل چہارُم: عقیدۂ توسُّل ائمہ و محدّثین کی نظر میں	**۱۱۹**
۱۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (۱۵۰ھ)	۱۲۱
۲۔ امام مالکؒ (۱۷۹ھ)	۱۲۲
۳۔ امام شافعیؒ (۲۰۴ھ)	۱۲۳
۴۔ امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)	۱۲۳
۵۔ علامہ ابنِ جریر طبریؒ (۳۱۰ھ)	۱۲۴
۶۔ امام ماتریدیؒ (۳۳۳ھ)	۱۲۴
۷۔ امام طبرانیؒ (۳۶۰ھ)	۱۲۴
۸۔ امام بیہقیؒ (۴۵۸ھ)	۱۲۵
۹۔ علامہ عبدالرحمٰن ابنِ جوزیؒ (۵۹۷ھ)	۱۲۵

www.MinhajBooks.com

عنوانات	صفحہ
۱۰۔ امام فخر الدین رازیؒ (۶۰۶ھ)	۱۲۵
۱۱۔ امام قرطبیؒ (۶۷۱ھ)	۱۲۶
۱۲۔ امام ابو زکریا محی الدین النوویؒ (۶۷۶ھ)	۱۲۶
۱۳۔ امام عبد اللہ بن محمود النسفیؒ (۷۱۰ھ)	۱۲۷
۱۴۔ علامہ تقی الدین ابنِ تیمیہ (۷۲۸ھ)	۱۲۷
۱۵۔ اِمام تقی الدین سبکیؒ (۷۵۶ھ)	۱۲۹
۱۶۔ حافظ عماد الدین ابنِ کثیرؒ (۷۷۴ھ)	۱۲۹
۱۷۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ)	۱۳۰
۱۸۔ علامہ بدر الدین عینیؒ (۸۵۵ھ)	۱۳۱
۱۹۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ)	۱۳۲
۲۰۔ اِمام احمد شہاب الدین القَسطلانیؒ (۹۱۱ھ)	۱۳۲
۲۱۔ ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ)	۱۳۲
۲۲۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ (۱۱۷۴ھ)	۱۳۳
۲۳۔ شاہ عبد العزیز محدّث دہلویؒ (۱۲۳۹ھ)	۱۳۳
۲۴۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی (۱۲۴۶ھ)	۱۳۴

www.MinhajBooks.com

صفحہ	عنوانات
۱۳۴	۲۵۔ علامہ محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۰ھ)
۱۳۴	۲۶۔ علامہ ابنِ عابدین شامیؒ (۱۳۰۶ھ)
۱۳۵	۲۷۔نواب صدیق حسن خان بھوپالی (۱۳۰۷ھ)
۱۳۵	۲۸۔ علامہ وحید الزمان (۱۳۲۷ھ)
۱۳۶	۲۹۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۱۳۴۶ھ)
۱۳۶	۳۰۔ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری (۱۳۵۳ھ)
۱۳۶	۳۱۔مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ)
۱۳۷	۳۲۔علامہ شبیر احمد عثمانی
	باب دوم
۱۳۹	توحید اور شفاعت
۱۴۱	فصل اوّل: تصورِ شفاعت
۱۴۳	شفاعت کا لغوی معنی
۱۴۵	شفاعت کا حقیقی تصوّر
۱۴۵	شرائطِ شفاعت
۱۴۶	شفاعت کا شرعی ثبوت

عنوانات	صفحہ
سفارش کو شفاعت پر قیاس کرنا درست نہیں	۱۴۷
شفاعت کا تین نکاتی ضابطہ	۱۴۸
قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا سے غلط اِستدلال کی تردید	۱۵۳
طلبِ شفاعت پر ابنِ تیمیہ کا موقف	۱۵۴
فصل دوم: قرآن کی روشنی میں شفاعتِ رسول ﷺ	**۱۵۷**
مقامِ محمود، مقامِ شفاعت ہے	۱۵۹
شفاعتِ کبریٰ پر ایک اور نصِ قرآنی	۱۷۱
فصل سوم: اَحادیث کی روشنی میں شفاعتِ رسول ﷺ	**۱۷۵**
۱۔ روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ کے خاصۂ شفاعت کا بیان	۱۷۷
۲۔ روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعتِ عظمیٰ کا بیان	۱۷۸
۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اختیارِ شفاعت کا بیان	۱۸۵
۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا دعائے اختیاری کو شفاعت کے لئے مختص فرمانا	۱۸۶
۵۔ روزِ قیامت حضور ﷺ کا سب سے پہلے شفیع ہونے کا بیان	۱۸۸
۶۔ ہر کلمہ گو کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا بیان	۱۹۰

عنوانات	صفحہ
۷۔ اہلِ کبائر کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا بیان	۱۹۱
۸۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعتِ عامہ کا بیان	۱۹۲
۹۔ روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے درجہ بدرجہ حقدار	۱۹۴
۱۰۔ شفاعتِ مصطفٰی ﷺ کے طفیل بلا حساب جنت میں داخل ہونے کا بیان	۱۹۶
فصل چہارم: اَولیاء اور اَعمالِ صالحہ کی شفاعت	**۲۰۳**
۱۔ اَولیاء و صالحین کی شفاعت کا بیان	۲۰۵
۲۔ قرآن مجید، رمضان المبارک اور دیگر باعثِ شفاعت اُمور کا بیان	۲۱۷
فصل پنجم: کفار و مشرکین سے شفاعت کی نفی	**۲۲۱**
۱۔ کافر سے شفاعت کی نفی	۲۲۳
۲۔ کفار کے حق میں شفاعت و دوستی کی نفی	۲۲۵
۳۔ کفار کے لئے کوئی ولی و شفیع نہیں	۲۲۹
۴۔ مشرکین کی شفاعت کرنے والے ماذون نہیں	۲۳۰
۵۔ اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے والے شفاعت سے محروم ہوں گے	۲۳۲
۶۔ کفار کی دنیا میں پلٹ جانے کی حسرت	۲۳۴

عنوانات	صفحہ
۷۔ روزِ قیامت مشرکین کی سخت نااُمیدی کا بنیادی سبب	۲۳۵
۸۔ قرآن کے منکرین کی شفاعت سے محرومی	۲۳۷
۹۔ معبودانِ باطلہ سے نفیٔ شفاعت	۲۳۸
۱۰۔ ظالمین (کفار) کا کوئی شفیع نہ ہوگا	۲۴۰
۱۱۔ منکرینِ روزِ جزاء سے نفیٔ شفاعت	۲۴۱
باب سوم	
توحید اور اِستعانت و اِستغاثہ	**۲۴۵**
فصل اوّل: اِستعانت و اِستغاثہ کا صحیح معنی و مفہوم	**۲۴۷**
استغاثہ کا لغوی معنی و مفہوم	۲۴۹
استغاثہ کا شرعی مفہوم	۲۵۱
اِستغاثہ و استعانت کا حقیقی تصور	۲۵۳
استعانت کے باب میں حقیقی و مجازی کی مفید تقسیم	۲۵۴
بعد از وصال استعانت کا مسئلہ	۲۵۵
استعانت حقیقی اور مجازی میں فرق	۲۵۶
ما فوق الاسباب اُمور میں اِستعانت و استغاثہ	۲۵۸

صفحہ	عنوانات
۲٦۴	اِستعانت و اِستغاثہ بمعنی توکل ہو تو شرک ہے
۲٦۵	امام بخاری کا عقیدۂ استعانت
۲٦۹	ماتحت الاسباب اُمور میں اِستعانت و استغاثہ
۲۷۴	اِستغاثہ میں کوئی شرکیہ عنصر نہیں
۲۷۵	حضور نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کرام ﷺ کا اِستغاثہ
۲۸۴	توحید کی آڑ میں فیوضاتِ محمدی ﷺ سے انکار کی ابلیسی روش
۲۸۵	معجزہ اور کرامت سے متعلق ایک اشکال کا ازالہ
۲۸٦	اولیاء اللہ کا خوارقِ عادت اُمور میں تصرف
۲۸۹	**فصل دوم: بعد از وصال اِستعانت و اِستغاثہ**
	(فرائض ونوافل کے ذریعہ قربِ الٰہی پر مشتمل حدیثِ قدسی کی بحث)
۲۹۳	مفسرین و محدّثین کی تصریحات
۲۹۹	حدیث کی تعبیر میں مغالطہ کے علمی جوابات
۳۰۳	حدیث کے مختلف معانی میں تطبیق
۳۰۵	حلول واتحاد کے فاسد عقیدے کا رَد
۳۰۷	اولیاء کرام کو اصنام پر قیاس کرنا برہمنی وطیرہ ہے

صفحہ	عنوانات
۳۱۱	**فصل سوم: اَنبیاء و اَولیاء سے اِستعانت و اِستغاثہ**
۳۱۳	بعد اَز وصال حیاتِ اَنبیاء و اَولیاء
۳۲۰	حکمتِ اِستعانت وتوسّل
۳۲۱	روح کے لئے قُرب و بُعد کا معنیٰ و مفہوم
۳۲۵	کعبۃ اللہ مسجود لہ نہیں مسجود الیہ ہے
	باب چہارُم
۳۲۹	**توحید اور تبرک**
۳۳۱	**فصل اوّل: تبرک کا مفہوم و اہمیت از روئے قرآن**
۳۳۳	برکت اور تبرک کا لغوی معنی و مفہوم
۳۳۴	تبرّک کا شرعی مفہوم
۳۳۵	تبرّک کا حقیقی تصوّر
۳۳۵	تبرّک کی شرائط
۳۳۶	تبرّک کی اقسام
۳۳۸	عقیدۂ تبرّک میں احتیاط کے پہلو

عنوانات	صفحہ
قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام اور اشیائے مقدسہ کی برکت کا بیان	۳۳۹
۱۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بابرکت ہونے کا بیان	۳۴۰
۲۔ قرآن حکیم کے بابرکت ہونے کا بیان	۳۴۱
۳۔ اماکنِ مقدسہ کے بابرکت ہونے کا بیان	۳۴۱
۴۔ زمان کے بابرکت ہونے کا بیان	۳۴۹
۵۔ بعض اشیاء کے بابرکت ہونے کا بیان	۳۵۰
۶۔ نام کی نسبت سے حصولِ برکت	۳۵۱
اَنبیاء علیہم السلام نے خود واسطۂ تبرک اختیار کیا	۳۵۲
۱۔ قمیصِ یوسف علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا تبرک	۳۵۲
۲۔ حجرۂ مریم علیہا السلام سے حضرت زکریا علیہ السلام کا تبرک	۳۵۴
۳۔ قدمینِ ابراہیم علیہ السلام کا بابرکت ہونا	۳۵۵
صالحین سے منسوب اشیاء سے حصولِ برکت کا بیان	۳۵۶
۱۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے آثار سے تبرک	۳۵۶
۲۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے منسوب کنویں سے تبرک	۳۶۱
تبرک اختیار کرنے میں کوئی شرکیہ عنصر نہیں ہے	۳۶۴

عنوانات	صفحہ
فصل دوم: حیاتِ مبارکہ میں آثارِ رسول ﷺ سے تبرک کا ثبوت	۳۶۵
۱۔ اسمِ محمد ﷺ سے حصولِ برکت	۳۶۷
۲۔ جائے نماز سے حصولِ برکت	۳۶۹
۳۔ وضو کے بچے ہوئے پانی سے حصولِ برکت	۳۷۲
۴۔ دستِ اقدس کی برکتیں	۳۷۴
دستِ مصطفیٰ سے برکت کا حصول ...... اہلِ مدینہ کا معمول	۳۷۵
۵۔ قدمین شریفین کی برکات	۳۷۶
۶۔ موئے مبارک سے حصولِ برکت	۳۷۸
۷۔ مبارک لعاب دہن سے حصولِ برکت	۳۸۰
۸۔ پسینہ مبارک سے حصولِ برکت	۳۸۳
۹۔ مبارک ملبوساتِ رسول ﷺ سے حصولِ برکت	۳۸۴
۱۰۔ مسواک مبارک سے حصولِ برکت	۳۸۸
۱۱۔ نعلینِ اقدس سے حصولِ برکت	۳۸۹
۱۲۔ مبارک مشکیزہ سے حصولِ برکت	۳۹۰

عنوانات	صفحہ
فصل سوم: بعد اَز وِصال آثارِ رسول ﷺ سے تبرک کا ثبوت	**۳۹۵**
۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا آثارِ رسول ﷺ سے تبرک کا معمول	۳۹۷
۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کے کمبل سے تبرک	۴۰۱
۳۔ موئے رسول ﷺ کی تبرکاً حفاظت کا اہتمام	۴۰۲
۴۔ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما نے جبۂ رسول ﷺ تبرکاً محفوظ رکھا	۴۰۶
۵۔ حضور ﷺ کے پیالہ سے تبرک	۴۰۷
۶۔ نعلینِ مبارک سے تبرک	۴۱۰
۷۔ نقش نعلینِ مبارک سے حصولِ برکت	۴۱۱
۸۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کی قبرِ انور سے تبرک	۴۱۲
آثارِ رسول ﷺ کی بے ادبی کی سزا	۴۱۲
فصل چہارُم: آثارِ اولیاء اور صالحین سے تبرک	**۴۱۵**
۱۔ برکاتِ اولیاء کے سبب فتح و نصرت اور رزق کی فراہمی	۴۱۷
۲۔ اجسادِ اولیاء کو تبرکاً بوسہ دینا	۴۲۰

صفحہ	عنوانات
۴۲۴	۳۔ تبرکاً صالحین کی دست بوسی سے متعلق ائمہِ اربعہ کی تصریحات
۴۲۶	۴۔ اجسادِ اولیاء سے منسوب اشیاء سے تبرک
۴۲۹	۵۔ قبورِ اولیاء و صالحین سے تبرک
۴۳۲	۶۔ قبورِ اولیاء اور صالحین سے تبرک پر ائمہ کے اقوال
	باب پنجم
۴۳۵	**توحید اور شرعی وسائط**
۴۳۹	۱۔ واسطہ کا لغوی معنی و مفہوم
۴۴۱	۲۔ واسطہ کا حقیقی تصور اور اُس کی اَہمیت
۴۴۲	۳۔ واسطہ کی شرعی حیثیت
۴۴۴	۴۔ اللہ تعالیٰ نے رسالت کو خود واسطہ بنایا
۴۴۶	۵۔ واسطۂ رسالت سے متعلق اَئمہ کا عقیدہ
۴۴۸	۶۔ قبل از اسلام یہود کا عقیدہ
۴۴۹	۷۔ واسطہ کی تقسیم
۴۴۹	واسطۂ شرعیہ کا مفہوم
۴۵۰	واسطہ شرکیہ کی تعریف

صفحہ	عنوانات
۴۵۱	**فصل اوّل: عالمِ اَمر سے عالمِ حشر تک خالق و مخلوق کے درمیان واسطۂ عظمیٰ**
۴۵۳	۱۔ تخلیقِ کائنات اور واسطۂ رسالتِ محمدی ﷺ
۴۵۶	۲۔ عالمِ اَرواح اور واسطۂ رسالتِ محمدی ﷺ
۴۵۸	۳۔ عالمِ دنیا اور واسطۂ رسالتِ محمدی ﷺ
۴۶۰	۴۔ عالمِ برزخ اور واسطۂ رسالتِ محمدی ﷺ
۴۶۴	۵۔ عالمِ حشر اور واسطۂ رسالتِ محمدی ﷺ کی ناگزیریت
۴۶۷	**فصل دوم: واسطۂ رسالت کی دینی اَہمیت**
۴۶۹	۱۔ واسطۂ رسالت کے بغیر توحید ایمان نہیں بن سکتی
۴۷۱	۲۔ ہدایت پر اِستقامت کے لئے واسطۂ رسالت
۴۷۳	۳۔ حصولِ تقویٰ کے لئے واسطۂ رسالت
۴۷۷	۴۔ محبتِ الٰہی کے لئے واسطۂ رسالت
۴۷۹	۵۔ اطاعتِ الٰہی کے لئے واسطۂ رسالت
۴۸۲	۶۔ گناہوں کی بخشش و مغفرت کے لئے واسطۂ رسالت

عنوانات	صفحہ
فصل سوم: وسائط کی اقسام	۴۸۷
۱۔ توحید اور واسطۂ ایمان	۴۹۱
۲۔ توحید اور واسطۂ محبت	۴۹۳
۳۔ توحید اور واسطۂ تعظیم	۴۹۸
۴۔ توحید اور واسطۂ حرمت	۴۹۹
۵۔ توحید اور واسطۂ اطاعت	۵۰۱
۶۔ توحید اور واسطۂ حکم	۵۰۳
۷۔ توحید اور واسطۂ توجہ	۵۰۶
۸۔ توحید اور واسطۂ ابلاغ	۵۰۹
۹۔ توحید اور واسطۂ علم	۵۱۰
۱۰۔ توحید اور واسطۂ رضا	۵۱۲
۱۱۔ توحید اور واسطۂ توسل	۵۱۴
۱۲۔ توحید اور واسطۂ تبرک	۵۱۵
۱۳۔ توحید اور واسطۂ استعانت	۵۱۷
۱۴۔ توحید اور واسطۂ عطا	۵۱۹

www.MinhajBooks.com

عنوانات	صفحہ
۱۵۔ توحید اور واسطۂ شفاعت	۵۲۳
۱۶۔ توحید اور واسطۂ ہدایت	۵۲۴
۱۷۔ توحید اور واسطۂ بیعت	۵۲۷
۱۸۔ توحید اور واسطۂ افعال	۵۲۹
۱۹۔ توحید اور واسطۂ ولایت	۵۳۱
۲۰۔ توحید اور واسطۂ اذیت	۵۳۳
۲۱۔ توحید اور واسطۂ مخالفت	۵۳۵
۲۲۔ توحید اور واسطۂ نصرت	۵۳۷
۲۲۔ توحید اور واسطۂ تعبُّد	۵۳۹
بابِ ششم	
توحید اور زیارت	۵۴۳
فصل اوّل: زیارت کا معنی و مفہوم اور اقسام	۵۴۵
۱۔ زیارت کا لغوی معنی و مفہوم	۵۴۸
۲۔ زیارت کا شرعی معنی و مفہوم	۵۵۰
۳۔ زیارت کی اقسام	۵۵۰

عنوانات	صفحہ
زیارت منافی توحید نہیں	۵۵۹
فصل دوم: زیارتِ رسول ﷺ	**۵۶۱**
حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول	۵۶۳
۱۔ صحابہ کرام کی نماز اور زیارتِ رسول ﷺ کا حسین منظر	۵۶۴
۲۔ زیارتِ رسول ﷺ سے بھوک کا مداوا	۵۶۶
۳۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کیفیتِ اِضطراب	۵۶۹
بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول	۵۷۰
۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول	۵۷۰
۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول	۵۷۱
۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا معمول	۵۷۱
۴۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں زیارت کا حکم	۵۷۲
۵۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۵۷۳
۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول	۵۷۳
فصل سوم: زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی مشروعیت	**۵۷۵**
۱۔ بحث القرآن	۵۷۷

عنوانات	صفحہ
۲۔ بحث الحدیث	۵۸۲
۳۔ بحث الفقہ و السلوک	۵۸۹
زیارتِ روضۂ انور ﷺ محبوب عمل ہے (ائمہ کی تصریحات)	۵۸۹
فصل چہارم: لَا تُشَدُّ الرِّحَال کا صحیح مفہوم اور معترضین کے اِشکالات کا جواب	**۵۹۵**
عام سفر کی ممانعت نہیں...... امام ابنِ حجر عسقلانیؒ کی تحقیق	۶۰۵
دیگر احادیثِ مبارکہ سے صحیح مؤقف کی تائید	۶۰۹
مساجد ثلاثہ کی فضیلت کا ایک سبب قبور انبیاء علیہم السلام بھی ہیں	۶۱۳
فصل پنجم: زیارتِ صالحین	**۶۱۹**
۱۔ قبورِ صالحین کی زیارت کا نبوی معمول	۶۲۱
۲۔ شیخین کے عمل سے زیارتِ صالحین کا ثبوت	۶۲۲
۳۔ فرامینِ رسول ﷺ سے زیارتِ صالحین کی فضیلت و ترغیب	۶۲۳
۴۔ زیارتِ صالحین کے فیوض و برکات سے متعلق ائمہ کے اقوال	۶۲۹
۵۔ مقاماتِ مقدّسہ کی زیارات کے لئے سفرِ عمل مشروع ہے	۶۳۳
۶۔ متبرک مقامات کی زیارت ائمہِ دین کا پسندیدہ معمول	۶۳۵

عنوانات	صفحہ
فصل ششم: زیارتِ قبور کا شرعی تصور	۶۳۹
۱۔ احادیثِ مبارکہ میں زیارتِ قبور کا حکم	۶۴۲
۲۔ زیارتِ قبور کا نبوی معمول	۶۴۹
۳۔ زیارتِ قبور پر مذاہبِ اربعہ کا مؤقف	۶۵۲
۴۔ زیارتِ قبور سے متعلق چند قباحتیں	۶۶۱
۵۔ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا حکم	۶۶۴
بابِ ہفتم	
عقائد میں حزم و احتیاط کے اہم پہلو	۶۷۵
۱۔ اعتدال و توازن: اہلِ حق کا امتیاز ہے	۶۷۷
تین اعتقادی گروہوں کی موجودگی	۶۷۸
روشِ اعتدال پر رہنا بذاتِ خود ایک امتحان ہے	۶۸۳
۲۔ صیغۂ خطاب کے ساتھ صلاۃ و سلام شرک نہیں	۶۸۴
۳۔ تصوف اور اسلام	۶۹۲
شریعت و طریقت کا باہمی ربط و تعلق	۶۹۳
خانقاہی نظام اور عہد جدید	۶۹۴

عنوانات	صفحہ
۴۔ مزاراتِ اولیاء کی زیارت اور حاضری کے صحیح آداب	۶۹۶
مزاراتِ اولیاء پر دعا کا درست طریقہ	۶۹۸
مزارات کے طواف اور شور و غل کی ممانعت	۷۰۰
مزارات پر نذر و نیاز اور تبرک کی حقیقت	۷۰۱
کلماتِ توسُّل میں احتیاط	۷۰۱
سجدۂ تعظیمی اور قبر کی سمت سجدہ کرنے کی ممانعت	۷۰۷
اعراس سے متعلق امور میں احتیاط	۷۰۸
۵۔ ضعفِ اعتقاد پر مبنی رسوم سے اجتناب کی ضرورت	۷۱۱
مزارات کے درختوں کے نیچے منتیں ماننا	۷۱۱
سر پر چوٹی رکھنے کی ممانعت	۷۱۲
مختلف درختوں میں ارواح شہداء و اولیاء کا جاہلانہ تصور	۷۱۳
حلف میں احتیاط کا پہلو	۷۱۴
ایصالِ ثواب اور نذر و نیاز کے طریقوں میں احتیاط	۷۱۴
توحید و رسالت کے باہمی ربط و تعلق پر اقبالؒ کے منتخب اشعار	۷۱۶
❁ مآخذ و مراجع	۷۲۱

پیش لفظ

کسی قوم میں فکری زوال و انحطاط کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے صاحبانِ علم وفکر زندگی کے حقیقی مسائل اور درپیش چیلنجز کا سامنا کرنے کی بجائے فروعی اورنظری مسائل میں اُلجھ جاتے ہیں۔ اپنی ساری علمی اور تحقیقی توانائیاں ایسے معاملات میں صرف کردیتے ہیں جن کے نتیجے میں اصلاح احوال کا سفر آگے بڑھنے کی بجائے نہ صرف رک جاتا ہے بلکہ عوام الناس ذہنی اور فکری انتشار کا شکار ہو کر باہم دست و گریبان ہو جاتے ہیں۔ چودہ سو سالہ تاریخ میں اسلام کو یہ حالات کئی مرتبہ پیش آئے مثلاً ہلاکو خان کے ہاتھوں سقوطِ بغداد کے وقت بھی مسلمان علماء اورفقہاءفروعی مسائل میں تو مناظرے کرتے تھے، مگرکسی نے ان اسباب پرغور وفکر کے لئے کوئی بزم نہ سجائی جن کی وجہ سے امت سیاسی زوال کا شکارتھی۔ یہ تو اسلام کی اپنی آفاقیت اور روحانی قوت و طاقت تھی جس نے اس کے جوہرکو قائم رکھا اور کعبے کوصنم خانے سے پاسباں ملتے رہے۔ گذشتہ ایک صدی سے کم و بیش مسلم امہ کی پھر سے یہی حالت ہو چکی ہے۔ اس دورِ زوال کی بدترین شکل یہ ہے کہ محدود سوچ کی حامل مذہبی قیادتوں کے ذاتی افکاراور تشریحات اسلام کے عقائد اور افکار بن چکے ہیں۔ ان کی ذاتی پسند ناپسند دینی شعائر کے درجے پرڈھل کر حرام وحلال کے نئے پیمانے تراش رہی ہے۔

اسلام میں حریت فکر ونظر کی اجازت ہےلیکن اس کی کچھ حدود و قیود بھی ہیں۔ اسلامی عقائد کا شمار ان اصول دین میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم نبی محتشم ﷺ کی طرف سے متعین ہو چکے ہیں۔ ان اصولوں پر نہ سمجھوتہ ہوسکتا ہے اور نہ ان میں اجتہاد کی کوئی گنجائش ہے۔ اجتہاد کے دروازے ضرور کھلے ہیں لیکن فروعات اور تشریحات وتعبیرات کے لئے، اصولِ دین کے لئے نہیں۔ ہمارے اس دورِفتن میں بعض

دیگر قباحتوں کے ساتھ ایک قباحت یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں کئی ایسے مذہبی طبقات اور مسلکی گروہ پنپ چکے ہیں جن کے اکابرین اپنی من پسند تشریحات کی روشنی میں دوسروں پر بے دریغ کفر و شرک کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ اس پر مزید بدقسمتی یہ ہے کہ ان اکابرین کے ماننے والے آج بھی اسی ڈگر پر چلتے ہوئے ایک دوسرے کو کفریہ فتوؤں سے نواز رہے ہیں۔ حقیقی توحید کا ثمر تو وحدت اور محبت کی صورت میں انفرادی اور اجتماعی زندگی پر نظر آنا چاہیے لیکن اگر باہمی نفرتیں، خون ریزیاں اور کفریہ فتوؤں کی بھرمار ہو جائے تو ایسی توحید پر غور وخوض کرنا چاہیے۔ عقائد و نظریات میں غلط فہمی اور کم علمی پر مبنی رجحانات ہی دراصل فرقہ بندی کے لئے فضا سازگار کرتے ہیں۔ آج کل یہی صورتحال عرب و عجم کے مسلمانوں کی جمعیت کے منافی ہے۔ جب توحید و رسالت جیسے بنیادی ایمانی تصورات بھی متاثرہ دور کی شخصیات کے تراشیدہ پیمانوں پر پرکھے اور تولے جاتے ہیں تو مخاصمت اور عداوت کے جذبات تو لامحالہ پیدا ہوں گے حالانکہ توحید اور رسالت متغائر عقیدے نہیں بلکہ عین یک دگر اور باہم لازم و ملزوم ہیں۔ توحید اللہ عزوجل کی الوھیت اور خالقیت و ربوبیت میں اسے یکتا و قادر اور متصرف حقیقی ماننے کا نام ہے جبکہ رسالت پر ایمان لانے کے بعد ہی انسان اس معرفت و قربت کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ توحید پر ایمان لانے کا معنی یہ نہیں کہ موحد اس کے انبیاء و رسل علیھم السلام اور صالحین و محبین سے بھی منہ موڑ لے۔ یہی مغالطے ہیں جو اس دور میں دو واضح گروہوں کو جنم دے چکے ہیں۔ ان کی تعظیم اس لئے بھی معتبر ہے کہ وہ مقامات اللہ رب العزت کی محبت اور علوشان کا مظہر ہیں۔

جیسا کہ ہم نے کتاب التوحید جلد اوّل کے مقدمے میں واضح کیا ہے کہ یہ کتاب اس صدی میں ہونے والی ان دور رس علمی و فکری کاوشوں میں سے ایک ہے جن کے اثرات اِن شاء اللہ صدیوں تک ہر طبقہ زندگی تک پہنچیں گے۔ بہت سے مغالطے اور غلط فہمیاں ہیں جو محض ضد بازی یا ہٹ دھرمی کے باعث دلوں کی دوری اور کفر و اسلام کا مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔ ان خطبات و دروس کے اکثر حصے بذریعہ TV پوری دنیا میں لوگ سن

بھی چکے ہیں اور لاکھوں ہزاروں افراد ان لیکچرز کے مثبت اثرات سن کر ہی سمیٹ چکے ہیں۔ اب یہ کتابی شکل میں اہل علم و دانش کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں تو یقیناً قارئین کے لئے بھی ایمان کی تقویت کا باعث ہوں گے۔ عنقریب یہ کتاب دنیا کی دیگر بڑی زبانوں میں بھی منتقل ہو کر پوری دنیا کے کلمہ گو مسلمانوں کے علم و عمل کی تشفی کا سامان کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید حالی کے فیض اور عقائد صحیحہ کو عمل صالح کے نور سے مزین فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔)

ڈاکٹر علی اکبر الازہری
ڈائریکٹر رِیسرچ
فرید ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

www.MinhajBooks.com

باب اوّل

توحید اور توسُّل

فصل اوّل: توسُّل کا معنی و مفہوم
فصل دوم: عقیدۂ توسُّل قرآن و حدیث کی روشنی میں
فصل سوم: حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل
فصل چہارم: عقیدۂ توسُّل اَئمہ و محدّثین کی نظر میں

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

فصل اَوّل

توسُّل کا معنی و مفہوم

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

اللہ سبحانہ وتعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہ اِس اَمر کا پابند نہیں کہ قبولیتِ دعا کے لیے کسی اور کو اس کی بارگاہ میں **وسیلہ** بنایا جائے۔ وہ بلا واسطہ اپنے بندوں کی دعائیں سننے، قبول کرنے اور لطف و کرم سے نوازنے پر قادر ہے، لیکن یہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ بہت سے نفوسِ قدسیہ اور اُمورِ صالحہ جو اُسے پسند اور محبوب ہیں اِن کی نسبت سے نہ صرف یہ کہ عمل بابرکت ہو جاتا ہے بلکہ دُعا کی قبولیت کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ رضائے اِلٰہی اور عطائے اِلٰہی کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور کسی بابرکت ذات یا عمل کا توسل پیش کرنا شرک و بدعت نہیں ہے بلکہ **یہ ایک ایسا مشروع، مباح اور جائز طریقہ ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے مقرّب و معزّز بندوں اور افعالِ صالحہ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنا ہے تاکہ دعاؤں کی جلدی قبولیت کی توقع کی جا سکے۔** قرآنِ کریم اور اَحادیثِ مبارکہ میں ایسے بہت سے دلائل موجود ہیں جو نہ صرف وسیلہ کا جواز فراہم کرتے ہیں بلکہ اِس اَمر کو بھی واضح کرتے ہیں کہ حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اَنبیا علیہم السلام اور اَولیاء اللہ رحمھم اللہ کے توسّل سے دعا کرنا أقرب إلی الإجابت ہے۔ اس باب میں ہم وسیلہ کے جواز اور اس کی مشروعیت پر دلائلِ شرعیہ بیان کریں گے اور اس پر وارد ہونے والے اِعتراضات و اِشکالات کی وضاحت کرتے ہوئے ثابت کریں گے کہ اِبتداء سے آج تک اللہ تعالی کے مقبول اور محبوب بندوں سے توسل اُمتِ مسلمہ کا معمول رہا ہے۔ لہٰذا توسل ایک جائز عمل ہے۔ اسے شرک کہنے والے لوگ باقی چیزوں کی طرح دین میں نہ صرف اپنی خواہشات اور اِنتہا پسندی کا اِضافہ کرتے ہیں بلکہ ایک مشروع عمل کو شرک کہہ کر احکامِ شرعیہ میں تجاوز کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔ آیئے سب سے پہلے ہم توسل کا مفہوم واضح کرتے ہیں اور اس کے بعد قرآن وسنت کے دلائل کا ترتیب سے تذکرہ کرتے ہیں۔

توسُّل کا لغوی مفہوم

ائمہ لُغت نے وسیلہ کو مقصد کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم معتبر ماہرینِ لغت اور مفسرینِ کرام کی کتب سے لفظِ وسیلہ کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہیں:

۱۔ **امام راغب اصفہانیؒ** (م ۵۰۲ھ) وسیلہ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

اَلْوَسِيلَة: التَّوَصُّلُ إلى الشَّيءِ بِرَغْبَةٍ۔[۱]

’’**وسیلہ** کے معنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے کے ہیں۔‘‘

۲۔ **علامہ ابنِ اثیر جزریؒ** (۵۴۴۔۶۰۶ھ)، ابنِ منظور افریقی اور مرتضٰی زبیدی نے لفظِ وسیلہ کی تعریف یوں کی ہے:

اَلْوَسِيلَةُ: هي في الأصل ما يُتَوَصَّلُ به إلى الشيء و يُتَقَرَّبُ به۔[۲]

’’**وسیلہ** درحقیقت وہ واسطہ ہے جس کے ذریعے کسی شئے تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔‘‘

۳۔ **علامہ جار اللہ زمخشری** (۴۶۷۔۵۳۸ھ) اپنی تفسیر میں لفظِ وسیلہ کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوسيلة: كل ما يُتَوَسَّلُ به أي يتقرّب۔[۳]

---

(۱) راغب أصفهاني، المفردات في غريب القرآن: ۸۷۱

(۲) ۱۔ابن اثير، النهايه في غريب الحديث والأثر، ۵: ۱۸۵

۲۔ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۲۵

۳۔زبيدی، تاج العروس، ۱۵: ۷۸۴

(۳) زمخشری، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، ۱: ۴۸۸

''ہر وہ چیز جس کے ذریعے کسی کا قرب حاصل کیا جائے، اسے **وسیلہ** کہتے ہیں۔''

توسُّل کا شرعی مفہوم

بارگاہِ اِلٰہی میں قُرب حاصل کرنے، اپنی کسی حاجت اور ضرورت کے وقت مراد کے حصول کے لئے یا پریشانی و مصیبت کو رفع کرنے کے لئے بوقتِ دُعا کسی مقبول عمل، صالح بزرگ، یا بابرکت مقام و زماں کا واسطہ پیش کرنا توسل کہلاتا ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے ہر ایسی چیز کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا توسل ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہے، بارگاہِ الٰہی میں اعمالِ صالحہ اور ذواتِ صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں لہٰذا دونوں کو وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

عقیدۂ توسُّل نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کے شرعی جواز کے بارے میں مطلقاً انکار آیاتِ قرآنی سے انکار کے مترادف ہے جو کفر ہے۔ توسُّل کے معانی کثیر ہیں۔ یہ حاجت، رغبت، منزلت اور قربت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ان میں تین معانی وہ ہیں جو توسُّل کے شرعی معنی کے اعتبار سے استعمال ہوتے ہیں:

۱۔ مقامِ محمود

وسیلہ جنت میں ایک خاص مقام ہے جو حضور شافعِ یوم النشور ﷺ کے لئے مختص ہے۔ اَذان کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے بعد آپ ﷺ کے اسی مقامِ وسیلہ کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا مانگی جاتی ہے۔ صحیح البخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود یہ دعا مانگنے کی ترغیب دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

من قال حین یسمع النداء: اَللّٰھُم رَبَّ ھَذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدًا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

نِ الَّذِی وَعَدْتَّهُ حَلَّتْ لَه شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔[1]

’’جو شخص اَذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھے: ’’اے ہمارے رب! اس دعوۃِ تامہ اوراس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے رب تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا۔‘‘ (آپ ﷺ نے فرمایا) قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔‘‘

اس دعا میں الوسیلۃ سے وہ مقامِ رفیع مراد ہے جو جنت میں ایک خاص درجہ ہے اور یہی مقامِ محمود ہے۔ گویا حضور نبی اکرم ﷺ کیلئے جب وسیلہ مانگیں گے تو اس سے جنت کا یہ خاص مقام مراد ہوگا۔

۲۔ قربتِ الٰہی

اللہ تعالی کی بارگاہ میں قرب بنفسہ ایک وسیلہ ہے۔ جب بندہ ایمانِ کامل، اتباعِ سنت، شرعی احکام وعبادات پر مواظبت اور تقویٰ کے سبب اللہ ﷻ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو یہ قرب خود ہی وسیلہ بن جاتا ہے۔ جس طرح کہ خلوصِ نیت سے کام کرنے والے اللہ رب العزت کے مقرّب بندے بن جاتے ہیں۔ ان کا یہ قرب اور اخلاص انہیں راہِ راست پر ثابت قدم رکھنے اور شیطان کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن کے مطابق شیطان کبھی بھی اللہ ﷻ کے مقرب اور مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔[2]

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأذان، باب الدعا عند النداء، ۱:۲۲۲، رقم: ۵۸۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۵۴

(۲) ص، ۳۸: ۸۲

۳۔ مطلق مُتوَسَّل بِہٖ

جو چیزیں قرب کے حصول کا ذریعہ بنیں وہ بھی وسیلہ ہیں، چاہے ان کا تعلق افراد سے ہو یا اعمال سے، کیونکہ قرآن حکیم نے وسیلہ کے تلاش کرنے کا حکم مطلق رکھا ہے اور مطلق کو بغیر دلیلِ شرعی ونصِ قطعی مقید نہیں کیا جاسکتا۔ سورۃ المائدۃ میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ۔ (۱)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو۔“

یہ آیت اپنے عموم پر رہے گی۔ اس کا اِطلاق اَعمال و اَفراد دونوں پر ہوگا اور اسے کسی ایک چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا۔ یہی آیتِ کریمہ توسُّل کے جواز اور اس کی مشروعیت پر نصِ صریح کا درجہ رکھتی ہے۔

شاہ اسماعیل دہلوی اس آیت سے مراد مرشد کی رہنمائی لیتے ہیں:

اهل سلوك ایں آیت را اشارت بسلوك می فهمند، و وسیله مرشد را می دانند، پس تلاش مرشد بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاهده ضروری است، وسنت الله برهمین منوال جاریست، لهذا بدون مرشد راه یابی نادر است۔ (۲)

”سالکانِ راہِ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ حقیقی کامیابی و کامرانی

---

(۱) المائدۃ، ۵: ۳۵

(۲) اسماعیل دہلوی، صراطِ مستقیم: ۵۸

کے حصول کے لئے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاشِ مرشد از حد ضروری ہے اور اللہ تعالی نے سالکانِ راہِ حق کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی لئے مرشد کی راہنمائی کے بغیر اس راستے کا ملنا شاذ و نادر ہے۔‘‘

توسُّل کے بنیادی اَرکان

توسُّل درحقیقت بندے کا اللہ رب العزت کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اپنی دعا کی قبولیت اور حاجت برآری کے لئے اپنی عاجزی اور بے کسی کے اعتراف کے ساتھ کسی مقبول عمل یا مقرّب بندے کا واسطہ پیش کرنا ہے تاکہ بندۂ گنہگار کی دُعا جلد قبول ہو۔ توسُّل کے مندرجہ ذیل چار ارکان ہیں انہیں ذہن نشین کرنا ضروری ہے تاکہ حقیقتِ توسّل کا صحیح تصور واضح ہو جائے:

۱۔ **وسیلہ:** نفس مسئلہ کو وسیلہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ **مُتَوَسِّل:** وسیلہ بنانے والا یعنی وہ شخص جو اپنی دعا میں کسی نیک عمل، مقرب ہستی یا کسی خاص مقام کو وسیلہ بنائے۔

۳۔ **مُتَوَسَّل بِہٖ:** جس چیز کو بارگاہِ ربوبیت میں وسیلہ بنایا جائے جیسے نیک اعمال، مقربین اور آثار و تبرکاتِ مقربین۔

۴۔ **مُتَوَسَّل اِلَیْہ:** خود باری تعالیٰ کی ذات متوسَّل اِلیہ ہے کیونکہ اس کی بارگاہِ عالیہ میں وسیلہ پیش کیا جاتا ہے۔

کسی کو بطورِ وسیلہ پیش کرنے میں ہرگز ہرگز یہ عقیدہ کارفرما نہیں ہوتا کہ وہ مقبول و مقرب بندہ جس کا وسیلہ دیا جا رہا ہے دعا قبول کرے گا یا وہ اللہ بزرگ و برتر کو (معاذ اللہ) اس اَمر پر مجبور کر دے گا کہ فلاں کا کام ہونا چاہئے یا فلاں بندے کی بخشش و مغفرت لازمًا کر دی جائے۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جو بعض لوگوں کے ذہنوں میں پائی جاتی ہے۔ دراصل وسیلہ پیش کرتے وقت سائل کے ذہن میں یہ تصور ہوتا ہے کہ جب وہ

اپنی عاجزی، بے بسی اور نیاز مندی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اس کے کسی مقبول اور مقرّب بندے کا نام یا نیک عمل بطورِ وسیلہ پیش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے اس اطاعت گزار مقبول اور مقرّب بندے اور محبوب عمل کا لحاظ فرماتے ہوئے اس کی حاجت پوری فرمائے گا قبولیتِ دعا کے باب میں یہ کوئی ضروری و لازمی اَمر بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دعا قبول کرنا محض توسُّل ہی پر موقوف ہے، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ۔ (۱)

’’اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں۔‘‘

یہ محض اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا انعام و اکرام اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے اپنے بعض صالح بندوں کو اپنی محبت، اطاعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ ان کے توسل سے گناہ گار، خطا کار اور عاجز و مسکین بندوں کو اپنی دعاؤں کی باریابی کی زیادہ امید لگ جاتی ہے۔

عقیدۂ توسُّل کا صحیح تصور

بعض لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنے میں تامل کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگنا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے براہِ راست مانگنے کے منافی ہے۔ وہ قرآن مجید کی ان آیات کا جن میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرانے کا حکم ہے، صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی بنا پر خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا (معاذ اللہ) کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے۔ یہ تصور کتاب و سنت کی روح کو نہ سمجھنے کے باعث پیدا ہوا ہے، ہمیں اس کی اِصلاح کرنی چاہیے۔ اَنبیاء و رسل علیھم السلام میں سے کسی کو، یا اللہ تعالیٰ کے کسی مقرّب اور صالح بندے

(۱) البقرۃ، ۲: ۱۸۶

کو یا کسی بھی عملِ صالح کو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے اس کی بارگاہ میں بطورِ وسیلہ پیش کرنا نہ تو کسی قسم کا شرک ہے اور نہ ہی براہ راست اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مانگنے کے منافی ہے۔

کسی کو وسیلہ بنانے کے باوجود اللہ جل جلالہ ہی سے مانگا جاتا ہے، صاحبِ وسیلہ سے نہیں۔ شرک کا اِرتکاب تو تب ہو کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی اور کو بالذّات نفع ونقصان کا مالک، قادرِ مطلق اور دعائیں سننے والا سمجھا جائے۔ یہاں سرے سے ایسا معاملہ ہی نہیں۔ دعا فقط اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاتی ہے اور اس سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی، کسی نیک عمل یا کسی ایسے مقرب بندے کا واسطہ دیا جاتا ہے جس سے خود اللہ تعالیٰ کو محبت ہو اور جس کا وہ عام مخلوق سے کہیں بڑھ کر حیا اور لحاظ فرماتا ہو۔ لہٰذا ایسا وسیلہ پیش کرنے سے جہاں خود کلماتِ دعا کی برکت اور تاثیر میں اضافہ ہوجاتا ہے وہاں اس کی بارگاہِ عالی میں شرفِ قبولیت پانے کے اِمکانات پہلے سے کہیں زیادہ ہوجاتے ہیں کیونکہ اب بندے کی اِلتجا کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی اپنی محبت بھی اس کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔ خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے وسیلہ جلیلہ سے دعا مانگنے کی تلقین فرمائی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے۔[(۱)] اسی طرح ایک مرتبہ جب مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑ گیا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اہلِ مدینہ کو توسُّلاً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کی طرف بھیجا اور اس کی برکت سے موسلا دھار بارش ہوئی۔[(۲)] الغرض یہ مبارک عمل حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے لے کر خود عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور پھر

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ذکر العَبَّاسِ بن عَبْدِ المُطَّلِبِ رضی اللہ عنہما، ۳:۱۳۶۰، رقم: ۳۵۰۷

(۲) دارمی، السنن، ۱: ۴۳، رقم: ۹۳

عہد صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے لے کر تا حال اُمت میں مقبول اور متداول چلا آ رہا ہے۔ اب بعض لوگ دین کی صحیح معرفت نہ ہونے کے باعث اس پر اعتراض کرنے لگے ہیں اور اسے (معاذ اللہ) توحید کے منافی سمجھنے لگے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ بات بات پر کفر و شرک کے فتوے جاری کرنے کی بجائے احکامِ شریعت کی حقیقی روح کو سمجھا جائے۔

شرائطِ توسّل

صحیح عقیدہ کے مطابق بوقتِ توسل متوسِّل کے ذہن میں ہرگز یہ تصور نہیں ہوتا کہ وہ صالح بندہ جس کا وسیلہ دیا جا رہا ہے (معاذ اللہ) خدائی میں شریک ہے۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ توسّل کی حقیقت کو سمجھا جائے تاکہ جو لوگ توسّل کے صحیح مفہوم کو سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور نتیجتاً اسے شرک و بدعت قرار دیتے ہیں وہ اپنی اصلاح کر سکیں۔

توسل اختیار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ توسل اختیار کرتے ہوئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ متوسِّل، متوسَّل بہ کو محض ذریعہ اور واسطہ سمجھے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ توسُّل، اللہ تعالیٰ کا حق نہیں جسے کسی اور کے لئے ثابت کرنے سے شرک واقع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ وسیلہ اور ذریعہ ہونے سے یکسر منزہ و مبرا ہے۔ وہ منتہیٰ و مقصود ہے وہ خود کسی کا وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا قرب حاصل کرنے یا حصولِ مراد کے لئے کسی اور کو اس کے حضور وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ (اس پر مزید تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔)

۲۔ توسل اختیار کرتے ہوئے دوسری شرط یہ ہے کہ متوسِّل کا یہ عقیدہ ہو کہ توسُّل محض دعا کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور اس میں مقصودِ حقیقی صرف

اللہ رب العزت کی ذات ہے جس کے حضور وسیلہ پیش کیا جارہا ہے۔ جبکہ وہ عمل یا شخصیت جس کو بطورِ وسیلہ پیش کیا جانا مقصود ہے اس کی حیثیت محض ایک واسطہ کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اس تقرّب اِلی اللہ کی بناء پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ قبولیت دعا کے باب میں اس کا لحاظ اور حیاء کرتا ہے۔

۳۔ توسل کے حوالے سے تیسری شرط یہ ہے کہ متوسّل کا یہ عقیدہ ہو کہ جس کو وہ وسیلہ بنارہا ہے وہ اس بناء پر ہے کہ اس مقرب بندے کو اللہ تعالیٰ سے غایت درجہ محبت ہوتی ہے اور اللہ عزّوجلّ بھی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ یاد رہے کہ محض اللہ جل جلالہ کے لئے کسی سے محبت رکھنا بذاتِ خود محبوب عمل ہے۔ یہی بات توسُّل کی بنیاد ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ اگر کوئی شخص اس کے علاوہ عقیدہ رکھتا ہے تو وہ صریح گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہے۔ **اگر کوئی شخص متوسَّل بہ کے بارے میں اعتقاد رکھے کہ وہ بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی طرح نفع ونقصان کا مالک ہے تو وہ شخص اس گمراہ کن عقیدے کے باعث ایمان سے خارج ہوجائے گا کیونکہ درست عقیدہ یہی ہے کہ مخلوق کو بالذات مفید یا مضر ماننا شرک ہے۔**

اَقسامِ توسُّل

توسُّل کو مندرجہ ذیل قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ التوسُّل بالنبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ التوسُّل بذوات الصالحین

۳۔ التوسُّل للدعاء

۴۔ التوسُّل فی الدعاء

۵۔ التوسُّل بالدعاء

۶۔ التوسُّل بالنداء یا بالإستغاثہ

۷۔ التوسُّل بالأعمال الصالحۃ

۸۔ التوسُّل بآثار الصالحین

۱۔ التوسُّل بالنبی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ برکات کو بارگاہِ الٰہیہ میں قرب کے حصول، حاجت پورا کرنے اور نقصان کو دور کرنے کے لئے وسیلہ بنانا شریعت کی رو سے جائز ہے۔ خود حضور علیہ السلام کی سنت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے صحابی کو اپنے وسیلہ کی تعلیم دی۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ سلف صالحین و امت کا معمول رہا ہے کہ وہ بارگاہِ رب العزت میں ذاتِ رسول ﷺ کو وسیلہ پیش کرتے۔ اس پر تفصیلی بحث آئندہ فصل میں آرہی ہے۔

۲۔ التوسُّل بذوات الصالحین

اللہ رب العزت کا امتِ مسلمہ پر خصوصی فضل و کرم ہے کہ اپنے حبیب کے وسیلہ سے اپنی نعمتوں کے بے بہا خزینے اس امت پر لُٹا رہا ہے۔ دعاؤں، التجاؤں اور مناجات و معاملات کی قبولیت وحل کی ایک صورت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے غلاموں اہلِ بیت، صحابہ کرام، اولیاءِ عظام اور زاہدین رضی اللہ عنہم کے وسیلہ میں بھی رکھی ہے۔

قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ مطالعہ فرمائیں کہ جب ایک بستی والوں نے ان کی میزبانی سے انکار کردیا۔ اس کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام نے وہاں پر موجود گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس کی صرف انہوں نے یہ وجہ بتائی کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی ملکیت میں ہے جس کے نیچے خزانہ دفن ہے۔ ان کا باپ صالح تھا

لہٰذا انہوں نے دیوار کو درست کر دیا۔ قرآنِ حکیم کا بیان ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ج وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ط ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ○(۱)

’’اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں (رہنے والے) دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لئے ایک خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ صالح (شخص) تھا، سو آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے وہ اپنا خزانہ (خود ہی) نکالیں، اور میں نے (جو کچھ بھی کیا) وہ از خود نہیں کیا، یہ ان (واقعات) کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے○‘‘

حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کو اس لئے درست کیا کہ یتیم بچوں کے باپ صالح تھے۔ ان کے صالح باپ کے وسیلہ کے باعث ہی انہوں نے دیوار کو درست کر دیا۔ صالحین سے وسیلہ کے اثبات پر اور کئی آیاتِ قرآنی ہیں جن کو ہم نے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ اصل مدعا و مقصود بتلانے کا یہی ہے کہ اولیاء اور صالحین کا بارگاہِ اِلٰہی میں وسیلہ بنانا جائز ہے۔

۳۔ التوسُّل للدعاء

هو: التقرب إلى الله بالوسيلة الشرعية۔

’’وسیلہ شرعیہ (جس کو شریعت جائز قرار دیتی ہو) کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا توسُّل للدعا ہے۔‘‘

(۱) الکهف، ۱۸: ۸۲

اس قسم میں دعا سے صرف یہی مقصد ہوتا ہے کہ ہمیں اللہ رب العزت کی رضا، بندگی، خوشنودی اور قربت نصیب ہو۔

۴۔ التوسُّل فی الدعاء

ھو: التقرب إلی اللہ تعالی وقت المسئلۃ و عرض المقصود۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں کوئی حاجت اور پریشانی پیش کرتے وقت کسی ضرورت اور مراد کے حصول کے لئے کسی کو بطورِ وسیلہ پیش کرنا توسُّل فی الدعا ہے۔

دونوں قسموں میں فرق

پہلی قسم میں فقط اللہ تعالی کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے توسُّل ہے جبکہ دوسری قسم میں اپنی پریشانی کے دور کرنے، حاجت اور ضرورت کے پورا ہونے اور مراد کے حصول کے لئے کسی کو بطورِ وسیلہ پیش کیا جاتا ہے۔

التوسُّل فی الدعاء کی اقسام

التوسُّل فی الدعاء کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ توسُّل لفظی ۲۔ توسُّل نفسی

(۱) توسُّلِ لفظی

فھو: أن یذکر فی دعائہ ما یتقرب بہ إلی اللہ تعالی۔

’’(دعا کی قبولیت کے لئے، کسی حاجت یا مراد کے حصول کے لئے یا) اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنے کے لیے جس کا وسیلہ پیش کیا جائے، لفظاً اس کا ذکر کرنا توسُّل لفظی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے حضور بوقتِ دعا کسی مقبول عمل کا ذکر یا کسی برگزیدہ ذات وہستی کا ذکر ہی تقرب الی اللہ اور دعا کی قبولیت کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ اس چیز کی ضرورت نہیں کہ لفظِ وسیلہ استعمال کر کے کہے کہ میں فلاں کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں فقط متوسَّل بہٖ (جس کا وسیلہ پکڑا گیا ہو) کا ذکر ہی کافی ہوتا ہے۔

(۲) توسُّلِ نفسی

بوقتِ دعا کسی چیز، عمل یا مقام کو تقرب کا ذریعہ بنا لینا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو مگر دعا میں لفظاً ذکر نہ کرنا عملاً اور محلاً اس کا خود بخود ہو جانا توسُّل نفسی ہے۔

توسُّلِ نفسی کو توسُّل بالعمل بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دعا میں لفظاً ذکر نہ کرنا بلکہ کسی اللہ والے کی مجلس میں جا کر دعا کرنا یا کسی بابرکت جگہ یا اللہ تعالی کی مقبول چیز کو سامنے رکھ کر دعا کرنا۔

توسُّل نفسی (عملی) کی مثال سید نا زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ میں دعا مانگنا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ (۱)

”اسی جگہ (حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ میں) زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی۔ عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے ○“

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے حضرت زکریا علیہ السلام کا عمل مبارک بیان فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی زیر تربیت اللہ کی بندی حضرت مریم علیہا السلام کے پاس طرح

(۱) آل عمران، ۳: ۳۸

طرح کے بے موسمی پھل اور دیگر انعاماتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے اس خاص مقام کو اپنی دعا کیلئے منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرمایا۔

۵۔ التوسّل بالدعاء

یہ اللہ تعالیٰ کے کسی مقرب بندے سے دعا کی التجا ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں حاجت مند کیلئے اپنا ہاتھ اٹھا دیں اور اس پر نازل شدہ آفات و بلیات سے نجات کیلئے حضور الٰہ میں دعا کریں۔ یقیناً اس کا دریائے رحمت اپنے مقرب بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹنے دے گا بلکہ اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازے گا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا۔ (۱)

’’اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم فقط ایک کھانے (یعنی منّ وسلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے تو آپ اپنے رب سے ہمارے (حق میں) دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لیے زمین سے اگنے والی چیزوں میں سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کر دے۔‘‘

اس آیتِ کریمہ میں فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ کے الفاظ ’’توسّل بالدعاء‘‘ کا سبب بن رہے ہیں۔ ان میں صراحتاً امتِ موسوی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب کے حضور دعا مانگنے کی گزارش کر رہی ہے۔ چونکہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے توسّل کیا جا رہا ہے، اس لیے یہ عمل توسّل بالدعا ہے۔

(۱) البقرة، ۲: ۶۱

۶۔ التوسُّل بالنداء یا بالإستغاثه

سائل اپنا مقصود خود بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کرے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے توسُّل سے رب کی مدد و نصرت کو طلب کرے یہ ذکر رسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت کیلئے وسیلہ بن جاتا ہے۔ امام طبریؒ اور حافظ ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں:

''جنگِ یمامہ کے موقع پر ''یا محمداہ (اے محمدؐ! مدد فرمائیے)'' مسلمانوں کا نعرہ تھا۔''

وہ لکھتے ہیں:

''جنگِ یمامہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور لشکر سے گزر کر مسیلمہ کذاب کے پہاڑ کی طرف چل دیئے اور انتظار کرنے لگے کہ وہ آپؓ تک پہنچے اور آپ رضی اللہ عنہ اسے قتل کر دیں۔ پھر آپ لوٹ آئے اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہوکر بلند آواز سے فرمایا:

أنا ابن الوليد العود، أنا ابن عامر وزيد ونادىٰ بشعارهم، وكان شعارهم يومئذ: "يا محمداه"۔ (۱)

''میں ولید کا بیٹا ہوں، میں عامر و زید کا بیٹا ہوں۔ اور پھر آپ نے مسلمانوں میں مروّج نعرہ بلند کیا، اور ان دنوں ان کا جنگی نعرہ ''**یا محمداہ**'' (اے محمدؐ! مدد فرمائیے) تھا۔''

اس روایت میں ''یا محمداہ'' کے الفاظ کے ذریعے سے توسُّل کیا جارہا ہے اور اس عمل کا ارتکاب کرنے والے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ کی

(۱) ۱۔ طبری، تاريخ الأمم والملوك، ۲: ۲۸۱

۲۔ ابن كثير، البداية والنهاية، ۶: ۳۲۴

ذاتِ اقدس سے توسّل سنت صحابہ ٹھہرا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن لله ملائكة في الأرض سوى الحفظة يكتبون ما يسقط من ورق الشجر، فإذا أصاب أحدكم عرجة بأرض فلاة، فليناد: أعينوا عباد الله۔ (۱)

''بے شک زمین میں اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو محافظ فرشتوں کے علاوہ ہیں۔ درخت کا جو پتا بھی گرتا ہے وہ اسے لکھ لیتے ہیں۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل میں اذیت پہنچے تو وہ یوں نداء کرے: ''**أعینوا عباد الله** (اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو)''۔

سرورِ کائنات فخرِ موجودات حبیبِ خدا ﷺ اپنی زبان اقدس سے خود تعلیم توسّل دے رہے ہیں کہ جنگل و بیاباں میں بھی اللہ والوں سے اپنا رابطہ منقطع نہ کرو۔ بظاہر انسانی صورت میں کوئی بندہ نظر نہ آئے تو ملائکہ سے توسّل کرتے ہوئے رب کی بارگاہ میں عرض کرو۔ اس کے حکم سے اس کے فرشتے تمہاری مدد کو پہنچ جائیں گے اور تمہاری ضرورت کو پورا کردیں گے۔ یہ کائنات ملائکہ سے معمور ہے۔ مذکورہ حدیث میں **فلیناد: أعینوا عباد الله** کے الفاظ توسّل بالاستغاثہ پر صریح دلیل ہے۔

۷۔ التوسُّل بالأعمال الصالحة

جمہور اہلِ اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ اعمالِ صالحہ یعنی صوم وصلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ،

(۱) ۱۔ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد (۱۰: ۱۳۲)'' میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۹۱، رقم: ۲۹۷۲۱
۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۱: ۱۸۳، رقم: ۱۶۷

تلاوتِ قرآن، انفاق فی سبیل اللہ اور دیگر اعمالِ خیر کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ جیسا کہ 'صحیح بخاری' میں تین آدمیوں کا واقعہ مذکور ہے، جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

''دورانِ سفر ان پر غار کا دروازہ بند ہوگیا۔ تینوں بندے خدا رسیدہ اور نیک خصلت تھے۔ ایک نے ماں باپ سے حسنِ سلوک کا ذکر کیا اور اللہ رب العزت سے دعا کی، دوسرے نے بے حیائی کے اسباب پر قدرت کے باوجود اس سے بچنے کا ذکر کیا اور دعا کی، تیسرے نے کسی مزدور کی اجرت جو کئی سالوں کے بعد مال و متاع میں تبدیل ہوگئی تھی اس کی حفاظت کرنے اور مکمل ادائیگی کا ذکر کرنے کے بعد دعا کی تو قاضی الحاجات نے تینوں کی دعا سے اس بھاری پتھر کو غار کے دہانے سے ہٹا کر انہیں مشکل سے نجات دی۔''(۱)

۸۔ التوسُّل بآثار الصالحین

اللہ تعالیٰ کے کسی مقرب بندے سے منسوب کسی بابرکت مقام کو تقرب کا ذریعہ بنا لینا یا اللہ تعالیٰ کے کسی صالح بندے سے منسوب کسی چیز کے وسیلے سے دعا کرنا۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیض سیدنا یعقوب علیہ السلام کو بھیجی تاکہ اس قمیض کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کی بینائی لوٹائے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آثارِ انبیاء و صالحین سے توسُّل کرنا جائز ہے۔ جمہور اہلِ اسلام کا اس امر پر اجماع ہے اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

بعض لوگ توسُّل بغیرِ عمل جیسے توسُّل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، توسُّل بالصالحین، توسُّل بالاولیاء اور توسُّل بالآثار کا انکار کرتے ہیں حالانکہ جمہور اہلِ اسلام شروع سے ان ذواتِ مقدسہ سے توسُّل کے جواز کے قائل رہے ہیں۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب البیوع، باب إذا اشتری شیئاً لغیره بغیر إذنه فرضي، ۲: ۷۷۱، رقم: ۲۱۰۲
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۱۷۸، رقم: ۸۹۷

درحقیقت یہ اختلاف صرف صوری ہے، اگر معترضین تھوڑا سا غور کریں تو اُن پر عیاں ہوگا کہ انبیاء اور اولیاء کی ذوات کا توسل اُن سے حبی تعلق اور اُن کے اعمال ہی کی بناء پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی دعا میں حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بناتا ہے تو گویا وہ آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ سے محبت ہی کی وجہ سے وسیلہ اختیار کرتا ہے اگر متوسِّل کو حضور ﷺ سے محبت نہ ہوتی اور آپ ﷺ پر ایمان نہ ہوتا تو وہ حضور ﷺ کو وسیلہ نہ بناتا اور یہ ثابت شدہ امرِ شرعی ہے کہ رسول ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ سے محبت عملِ صالح ہے، اور توسُّل بالاعمال بالاتفاق جائز ہے۔ اسی طرح اَولیائے اُمت کا توسل بھی ان سے حبی تعلق ہی کی بناء پر ہوتا ہے۔

اس بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ جو اختلاف حقیقتاً صرف ایک صوری ہے اس سے یہ بات کہاں لازم آتی ہے کہ متوسّلین پر کفر و شرک کا حکم لگا دیا جائے اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے؟

توسُّل منافیٔ توحید نہیں

وسیلہ کے حقیقی تصور کے باب میں درج بالا بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ عقیدۂ توسُّل توحید کے منافی نہیں کیونکہ مقصود و مطلوب وسیلہ نہیں بلکہ یہ اللہ ﷻ کا قرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

توسُّل کو اگر شرک سمجھا جائے تو اس کا لامحالہ مطلب یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ توسل اللہ تبارک وتعالیٰ کا حق تھا اور آپ نے اس حق کو کسی اور کے لئے خاص کر دیا ہے جو شرعاً حرام ہے لہٰذا یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی کا وسیلہ بننے سے پاک ہے بلکہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی کو اس کے حضور وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ جب یہ اللہ رب العزت کا حق ہی نہیں ہے تو پھر انبیاء و اولیاء اور صلحاء کے لئے اس کا اثبات کرنا کس طرح شرک ہوگا؟ جس طرح عجز و انکساری اور ضعف اللہ تعالیٰ کا خاصہ نہیں اسی طرح توسل کو

کسی بھی درجے میں اس کا خاصہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کو شرک کہنا محض جہالت اور آیات قرآنی کی غلط تعبیر و تشریح کا نتیجہ ہے۔

ایک ضروری وضاحت

گزشتہ صفحات میں ہم نے توسل کے صحیح تصور کی وضاحت میں بیان کیا کہ توسل بندوں کا حق ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کسی کا وسیلہ بننے سے پاک ہے۔ اس جملے سے بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ روز مرہ گفتگو میں بعض جملے متداول ہیں مثلاً اللہ کے واسطے میرا فلاں کام کردے، اللہ کے واسطے مجھے فلاں چیز دے دے، اللہ کے واسطے مجھے معاف کردے یا بعض شعر جیسے یہ مصرع

یا رسول اللہ! کرم کیجئے خدا کے واسطے

کیا ان جیسے تمام جملوں کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ وسیلہ ہے؟

اس کی وضاحت یہ ہے کہ ان جملوں میں اللہ تعالیٰ کو واسطہ بنانے سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی کبریائی کا لحاظ مقصود ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو خدا کا واسطہ دے کر کرم کی التجا کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں رسائی کے لئے اللہ تعالیٰ وسیلہ ہے یا یہ کہ آپ ﷺ اذن و عطائے الٰہی کے بغیر کرم کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کا کرم اور توجہ بھی عطاء الٰہی ہوتا ہے۔ اسی طرح دیگر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دینا بھی رضائے الٰہی اور لحاظ ربوبیت مراد ہوتا ہے نہ کہ مخلوق کے لئے وسیلہ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سبب اور ذریعہ بننے سے بلند و بالا ہے اس لئے وہ خود کسی اور کی بارگاہ تک رسائی کا واسطہ نہیں۔

توکل اور توسُّل میں فرق

توکل اور توسل کا معنی و مفہوم سمجھنے میں بعض اوقات ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے۔

اس کا ازالہ ضروری ہے۔

توکل کا معنی یہ ہے کہ کسی ذات کو مختارِ مطلق سمجھتے ہوئے اس پر اعتماد و بھروسہ کیا جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا حق ہے جو کسی غیر کے لئے ثابت کرنا شرک ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَo[1]

’’اور اہلِ توکل کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیےo‘‘

توسّل کا معنی یہ ہے کہ مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں پہنچنے کے لئے کوئی ذریعہ تلاش کیا جائے۔ چونکہ توسّل اللہ تعالیٰ کے محبوبین و مقربین کا حق ہے اس لئے یہ حق اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

توسّل اختیار کرنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَo[2]

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤo‘‘

یہاں وسیلہ سے مراد محبوب و مقرب بندے بھی ہو سکتے ہیں اور نیک اعمال بھی۔ پس توکل اللہ پر کیا جاتا ہے اور توسّل اس کے محبوبین اور مقربین کا لیا جاتا ہے۔ حقیقتًا عطا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ہوتی ہے مگر جب یہ عطا کسی برگزیدہ بندے کی طرف منسوب کی جاتی ہے تو یہ بمعنٰی توسّل ہوتی ہے۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ توسّل حضور نبی اکرم ﷺ کا

(۱) ابراھیم، ۱۴: ۱۲

(۲) المائدة، ۵: ۳۵

حق ہے اور آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ وہ تو مقصودِ حقیقی ہے۔ ہر کام کا انجام اور نتیجہ اس کے دستِ قدرت میں ہے۔

توکل خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس لئے اُسی کی ذات پر بھروسہ و توکل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حق کو کسی اور کے لئے ثابت کرنا شرک ہے حتیٰ کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں بھی توکل کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جس کا حق ہے اس کے پاس رہے۔ کسی ایک کا حق دوسرے کو دینا ظلم ہے۔ اللہ رب العزت کی شان تو بہت بلند ہے لہٰذا اس کا حق کسی دوسرے کو دینا نہ صرف ظلم بلکہ ظلم عظیم ہے۔

انبیاء و اولیاء اور صالحین سے توسل کیا جاتا ہے جو انہی کا حق اور شرعاً امر جائز ہے۔ اس ضمن میں یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ بعض الفاظ مجازاً استعمال کئے جاتے ہیں اور ایسا کرنا جائز ہے مثلاً اگر یہ الفاظ استعمال کئے جائیں کہ ''آپ کے بھروسے پر جی رہا ہوں'' تو اس سے مراد توکل نہیں بلکہ توسُّل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے فیض نسبت، برکت، نظرِ کرم اور عنایت و توجہ سے جی رہا ہوں۔ ایسے جتنے اشعار، کلمات اور جملے آئیں گے وہ سارے بمعنی توسُّل ہوں گے حتیٰ کہ اگر لفظ استعانت بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے استعمال ہو تو وہ بھی بمعنی توسُّل ہو گا بمعنی توکل نہ ہو گا کیونکہ توکل مستعانِ حقیقی اور فاعلِ حقیقی پر کیا جاتا ہے اور اسی کی طرف سب امور لوٹائے جاتے ہیں اور جو اس کا باعث اور ذریعہ بنے اس کا توسُّل ہوتا ہے۔ یہی عقیدہ صحیح ہے۔ اِس کے علاوہ جو بھی کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں حصولِ تقرب کے لئے کسی مقرب ذات کے ساتھ کوئی علاقہ یا تعلق توسُّل کے ذیل میں آتا ہے۔ توسُّل کا توحید کے ساتھ کوئی تضاد نہیں ہے اس لئے اسے شرک پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

فصل دُوُم

عقیدۂ توسُّل

﴿قرآن و حدیث کی روشنی میں﴾

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

عقیدۂ توسُّل پر قرآنی دلائل

قرآنِ حکیم میں اللہ ﷻ نے جا بجا متلاشیانِ حق کو اپنے حضور تقرب اور رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کرنے کے بارے رہنمائی فرمائی ہے۔ قرآنِ حکیم میں متعدد واقعات اور نظائر (precedents) ایسے ہیں جن کی رُو سے تقرّب اِلی اللہ کے لیے اعمالِ صالحہ یا ذواتِ مقدّسہ کا توسّل نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی ملتی ہے۔ ذیل میں ہم قرآنِ مجید کے اُن مقامات میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ﷻ نے کس طرح صراحت کے ساتھ وسیلہ اِختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

ا۔ تلاشِ وسیلہ کا حکم

سورۃ المائدۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور تقرب اور رسائی کے لیے وسیلہ تلاش کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝(۱)

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۝‘‘

مذکورہ آیتِ مقدسہ میں وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ فرما کر تلاشِ وسیلہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ بعض علماء نے اس آیتِ کریمہ میں تلاشِ وسیلہ سے فقط ایمان اور اعمالِ صالحہ

---

(۱) المائدۃ، ۵: ۳۵

مراد لیا ہے۔ جبکہ اکثر علماء نے آیت کے ان اَلفاظ سے اَنبیاء، صلحاء اور اَولیاء کی ذواتِ مقدسہ مراد لی ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اِتَّقُو اللّٰہ میں ایمان، اَعمالِ صالحہ اور عبادات سب شامل ہیں۔ قرب و حضورِ الٰہی کا وسیلہ جہاں اَعمالِ صالحہ اور اِیمان بنتا ہے وہاں اللہ کے انبیاء اور اولیاء بطریقِ اولیٰ بنتے ہیں۔ اسی لیے شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (م ۱۱۷۴ھ) نے ''القول الجمیل (ص: ۳۴)'' میں وسیلہ سے مراد ''بیعتِ مرشد'' جبکہ شاہ اسمٰعیل دہلوی نے ''صراطِ مستقیم (ص: ۵۸)'' میں وسیلہ سے مراد ''مرشد'' لیا ہے اور مزید برآں کہا:

بدون مرشد راہ یابی نادر است۔

''مرشد کی راہنمائی کے بغیر (ہدایتِ ربانی) کا ملنا شاذ و نادر ہے۔''

۲۔ تلاشِ وسیلہ اَمرِ جائز ہے

قرآنِ حکیم میں دوسرے مقام پر تلاشِ وسیلہ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

أُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ۔[1]

''یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں (یعنی ملائکہ، جنات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہم کے بت اور تصویریں بنا کر اُنہیں پوجتے ہیں)، وہ (تو خود ہی) اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے (بارگاہِ الٰہی میں) زیادہ مقرب کون ہے۔''

دورِ جاہلیت میں مشرکین جنات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے بت اور تصاویر بنا کر اُن کی پوجا کرتے تھے۔ اِسلام سے قبل جنات نے انسانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ یہ بتوں میں گھس کر عجیب و غریب حرکتیں کرتے۔ بتوں کو ہلتا جلتا اور مسکراتا دیکھ کر سادہ لوح ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی عبادت

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۵۷

میں مصروف ہوجاتے۔ لیکن جب اسلام کی روشنی ظاہر ہوئی تو جنات اپنے اس گمراہ کن عمل سے تائب ہوکر مسلمان ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک عرب جماعت کے حق میں نازل ہوئی جس کے لوگ جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے۔ جب وہ جن مسلمان ہوگئے اور ان کے پوجنے والے اس سے بے خبر رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آیت کے ذریعے اطلاع دی اور فرمایا: جنہیں تم پوج رہے ہو وہ ہمارے حضور سربسجود ہیں اور وہ خود ہمارے مقربین کا وسیلہ ڈھونڈ رہے ہیں۔(۱)

اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ مقربینِ الٰہی کا وسیلہ لینا جائز ہے اور وہ خود بھی قربِ الٰہی کے حصول کیلئے اپنے سے زیادہ مقرّب کے متلاشی رہتے ہیں، گویا مقرّبین کا اپنا عمل بھی یہی ہے۔ مختصر یہ کہ کسی غیر کی عبادت کرنا ممنوع ہے لیکن مقبولانِ حق کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے دعا کے لئے عرض کرنا جائز ہے۔ عبادت کی نفی ہے وسیلے کی نفی نہیں۔ مقبولانِ حق وسیلہ بنتے ہیں، معبود نہیں۔

۳۔ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسّل کا حکم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے توسّل کرنے پر قرآن مجید کی درج ذیل آیت نصِ صریح ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○(۲)

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۴: ۲۳۲۱، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالی: أُولَٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ، رقم: ۳۰۳۰

(۲) النساء، ۴: ۶۴

”اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتےo“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کو ان کے گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت کے لئے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں آکر آپ ﷺ کے وسیلہ سے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت کا اِطلاق صرف آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری تک محدود نہیں بلکہ بعد از وصال بھی اس کا حکم اسی طرح باقی ہے جس طرح ظاہری حیاتِ طیبہ میں تھا۔ مفسرین اور ائمہ کرام نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۴۔ حضور ﷺ کے وسیلہ سے روزِ قیامت تکلیف سے نجات

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا:

عَسٰٓی اَنۡ يَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًاo(۱)

”یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اوّلین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے) پر فائز فرمائے گاo“

مقامِ محمود سے مراد وہ اعلیٰ و اَرفع مقام ہے جو روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے مختص ہوگا۔ آپ ﷺ کا مقامِ محمود پر فائز ہونے کا مقصد اُمت کی شفاعت فرمانا ہے۔ صحیح حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ قیامت کے دن مصائب و آلام میں گھرے ہوئے لوگ جمع ہوکر آپ ﷺ کی بارگاہ میں آئیں گے اور آپ ﷺ سے التجا کریں گے کہ آپ

(۱) بنی اسرائیل، ۷۹:۱۷

ﷺ اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کریں تاکہ حساب کتاب جلد شروع ہوا اور وہ اس جان لیوا تکلیف سے نجات پائیں۔ اَحادیثِ متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بعد حساب و کتاب شروع فرما دے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے روز بھی تمام لوگ آپ ﷺ کو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں وسیلہ بنائیں گے۔

۵۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے عذاب کا ٹل جانا

سورۂ انفال میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝(۱)

''اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرّم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں۝''

یہاں اللہ جل جلالہ نے امت سے عذاب ٹال دینے کی دو وجوہات بیان فرمائی ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا ان میں موجود ہونا۔

۲۔ لوگوں کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہنا۔

مذکورہ آیت میں طلبِ مغفرت سے پہلے رسول ﷺ کا واسطہ بیان کرنا اس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ جب تک رسول ﷺ موجود ہیں اس وقت تک آپ ﷺ کے وجودِ مسعود کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل نہیں فرمائے گا۔ بعض لوگ جو اس آیت سے ظاہری حیاتِ طیبہ مراد لیتے ہیں، ہمارے نزدیک وہ درست نہیں۔ آیت میں مطلقاً

(۱) الانفال، ۸: ۳۳

آپ ﷺ کی موجودگی کا ذکر ہے۔ یہ بات بھی نصِ صریح سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل یہود، مشرکینِ عرب پر فتح یابی کے لئے آپ ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت طلب کرتے تھے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔(۱)

’’حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب گزشتہ اُمتوں کا ہمارے آقا حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل کرنا مشروع اور جائز ہے اور کتاب وسنت نے ان کے اس عمل کی تحسین کی ہے تو پھر اُمتِ محمدیہ کے لئے آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا کیسے شرک اور بدعت ہو گیا۔

۶۔ قمیصِ یوسف علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا توسّل

سورہ یوسف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَأَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِيْ يَأْتِ بَصِيْرًا۔(۲)

’’(حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:) میرا یہ قمیض لے جاؤ، سو اِسے میرے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے۔‘‘

اس کے بعد کے واقعہ کو قرآنِ کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَلَمَّآ أَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ أَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا۔(۳)

(۱) البقرة، ۲: ۸۹

(۲) یوسف، ۱۲: ۹۳

(۳) یوسف، ۱۲: ۹۶

''پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا اس نے وہ قمیص یعقوب (علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی۔''

اس آیتِ کریمہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ جس چیز کو انبیاء اکرام وصلحاء عظام سے نسبت ہوجائے اس سے توسّل کرنا توحید کے منافی نہیں کیونکہ قمیض کو بھیجنے والے بھی اللہ کے برگزیدہ نبی علیہ السلام اور اس وسیلہ سے فائدہ اٹھانے والے بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی علیہ السلام ہیں اور بیان کرنے والا ماحیٔ شرک یعنی قرآن ہے۔ مذکورہ آیتِ کریمہ سے درجہ ذیل نکات ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ جَآءَ الْبَشِيْرُ کے اعتبار سے یہ توسّل اگرچہ ظاہراً توسّل بغیر النبی ہے لیکن فی الحقیقت یہ توسّل بآثارِ النبی ہے۔

۲۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر قمیض ڈالتے وقت بشارت دینے والے نے زبان سے کچھ نہ کہا لہذا قمیض کے توسّل سے بینائی کا لوٹ آنا توسّل نفسی ہے۔

۳۔ غیر نبی سے وسیلہ کرنا سنت انبیاء علیھم السلام ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں یہ امر بطورِ خاص توجہ طلب ہے کہ ایک پیغمبر (حضرت یوسف علیہ السلام) وسیلے کا حکم دے رہے ہیں اور دوسرے پیغمبر (حضرت یعقوب علیہ السلام) اس قمیض سے توسّل کر رہے ہیں یعنی قمیض متوسّل بہٖ ہے۔ لہٰذا جب پیغمبر کی قمیض سے توسّل امرِ جائز ہے تو اس سے توسّل بآثارِ الانبیاء اور توسّل بالصالحین کا عقیدہ بھی ازخود ثابت ہوجاتا ہے۔

۷۔ محرابِ مریم علیھا السلام سے سیدنا زکریا علیہ السلام کا توسّل

سیدنا زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیھا السلام کی عبادت گاہ کی توسّل سے دعا مانگنے کے حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○ (۱)

’’اسی جگہ (حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ میں) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی۔ عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے ○‘‘

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا عمل مبارک بیان فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی زیرِ تربیت اللہ تعالیٰ کی صالحہ بندی حضرت مریم علیہا السلام کے پاس طرح طرح کے بے موسمی پھل اور دیگر انعاماتِ الٰہیّہ کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے اس خاص مقام کو اپنی دعا کیلئے منتخب کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور انہیں حضرت یحیٰ علیہ السلام کی صورت میں بیٹا عطا فرمایا۔

مافوق الاسباب اُمور کا حقیقی مفہوم

مافوق الاسباب امور کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جو اَسباب کسی اَمر کے لیے خاص ہوں ان اسباب کو زیرِ استعمال لائے بغیر وہ کام ہو جائے جو کہ اس سبب کے بغیر ناممکن تھا۔ جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش، کہ پیدائش کے لیے اسباب کا ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں تزوج کا وجود ہی نہیں۔ اِس طرح جنسِ مخالف کی عدم موجودگی کے باوجود پیدائش کا ہونا مافوق الاسباب میں سے ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مافوق الاسباب اُمور کے لیے توسُّل شرک اور ماتحت الاسباب کے لیے شرک نہیں ہوتا۔ یہ نظریہ دراصل مافوق الاسباب کی حقیقی تعریف سے عدمِ واقفیت کی وجہ سے ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کی بازیابی

(۱) آل عمران، ۳: ۳۸

والی مثال زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے کہ آنکھوں کی روشنی اور بینائی کا واپس آنا اگر دوا، علاج یا آپریشن سے ہوتو اسے اسباب سے منسوب کیا جائے گا لیکن اس کے برعکس فقط قمیض کے رکھنے سے بینائی کا لوٹ آنا تو اسباب سے ماوراء چیز ہے جسے مافوق الاسباب کی اصطلاح سے موسوم کیا جائے گا۔ اس بحث سے پتہ چلا کہ:

۱۔ ترکِ اسباب سے کوئی کام ہوجائے تو وہ مافوق الاسباب ہے۔

۲۔ مافوق الاسباب سے توسّل کرنا قرآن سے ثابت اور انبیاء علیھم السلام کی سنت ہے۔

۳۔ اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ کوئی دعائیہ الفاظ نہیں اور نہ ہی یہ کوئی دوا ہے۔ قمیص مبارک سے بینائی کا لوٹ آنا محض توسّل مافوق الاسباب ہے۔ اگر توسّل مافوق الاسباب شرک ہوتا تو قرآن مجید ہرگز ایسے اُمور کی تائید نہ کرتا جو اس کی روح کے خلاف ہوں۔

یہاں ایک بات جو بطورِ خاص توجہ طلب ہے وہ یہ کہ ماتحت الاسباب سے توسّل کو جائز کہنا اور مافوق الاسباب سے ناجائز اور شرک سمجھنا یہ بھی ایک خود ساختہ تقسیم ہے جو کسی قرآنی نص اور حدیثِ صحیح سے ثابت نہیں۔ صحیح اسلامی عقیدہ تو یہی ہے کہ حقیقی کارساز و مددگار اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانے کا تصور بھی ممکن نہیں کہ جو چیز شرک ہے وہ ہر جگہ اور ہر وقت شرک ہے۔ اس لیے عین ممکن ہے کہ کوئی چیز یا واقعہ ماتحت الاسباب کی بناء پر ہو رہا ہو مگر وہ شرک ہو اور کوئی واقعہ ما فوق الاسباب کے مطابق ہونے کے باوجود بھی شرک نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال سے واضح ہے۔

ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب دونوں کا تعلق دراصل ظاہری اور باطنی و روحانی اسباب سے ہے۔ ہماری زندگی کے اندر بہت سارے اُمور ایسے ہیں جو ماتحت

الاسباب یعنی ظاہری اسباب کے تحت حل ہوجاتے ہیں اور کچھ اُمور وہ ہوتے ہیں جو ظاہری اَسباب کے بغیر باطنی اور روحانی طور پر حل ہوجاتے ہیں یعنی اصلاً کوئی بھی کام بغیر سبب کے نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ حقیقی معنوں میں کوئی بھی امر مافوق الاسباب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی امر ظاہری اسباب (امورِ عادیہ) کے بغیر واقع ہوجائے تو وہ بھی حقیقتاً بغیر سبب کے نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ فردِ بشر کو بعض اسباب دکھائی دیتے ہیں اور بعض دکھائی نہیں دیتے۔

لہٰذا اگر ہم مافوق الاسباب اُمور میں توسُّل کو شرک قرار دیں تو اس سے نصِ صریح سے انحراف لازم آئے گا مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے اِذن سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلے میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس انسانی روپ میں آئے تو ان سے کہا:

إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلٰماً زَكِيًّا۝(۱)

”میں تو فقط تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں (اس لئے آیا ہوں) کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۝“

اس آیت کریمہ میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام عطاءِ فرزند کی نسبت اپنی طرف کر رہے ہیں جو کہ ظاہری اسباب کے بغیر ہے، یعنی باپ کے بغیر صرف پھونک مارنے سے بچہ عطا کرنا مافوق الاسباب عمل ہے۔ اگر ما فوق الاسباب اُمور میں توسل ناجائز اور شرک ہوتا تو کبھی بھی جبرئیلِ امین عطاءِ فرزند کی نسبت اپنی طرف نہ کرتے۔ ان قرآنی نظائر سے ثابت ہوا کہ توسلِ شخصی بھی منافیٔ توحید نہیں پس ایک خود ساختہ عقیدے کی بناء پر توسلِ شخصی کا انکار کرنا آیاتِ قرآنی کے اِنکار کے مترادف ہے۔

(۱) مریم، ۱۹: ۱۹

اَحادیثِ نبوی ﷺ سے توسل کا ثبوت

گزشتہ صفحات میں ہم نے قرآنِ حکیم کی روشنی میں عقیدۂ توسل کے بنیادی تصورات واضح کیے ہیں۔ اب ہم احادیثِ نبوی کی روشنی میں ان تفصیلات کو دیکھتے ہیں:

اُمتِ محمدی ﷺ سے شرک کا خاتمہ

اُمتِ محمدیہ پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ ایمان لانے کے بعد یہ اُمت بحیثیتِ مجموعی دوبارہ کفر و شرک کی مرتکب نہیں ہوگی۔ سابقہ اُمم میں ایسا بارہا ہوتا رہا کہ اپنے نبی کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد وہ شرک کے اندھیروں میں راہِ حق سے دور ہو گئیں۔ لیکن اُمتِ مصطفوی کے بارے میں اللہ جل جلالہ کے نبی ﷺ نے اپنی زبانِ اقدس سے اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں اس امر کا اعلان فرما دیا تھا کہ اب مجھے اس کے شرک میں مبتلا ہونے کا ڈر نہیں رہا۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي وَاللهِ، مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيْهَا۔(۱)

”اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے تمہارے حصولِ دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کا اندیشہ ہے۔“

توسل جیسے مستحسن عمل کو شرک و بدعت کہنے والے لوگ اس بات پر غور کریں کہ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، ۱: ۴۵۱، رقم: ۱۲۷۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا وصفاتہ، ۴: ۱۷۹۵، رقم: ۲۲۹۶

وہ نبی ﷺ جو شرک و بدعات کا قلع قمع کرنے کے لیے تشریف لائے، جن کے وسیلے سے ہمیں راہِ ہدایت نصیب ہوئی، وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ مجھے اپنی اُمت کے دوبارہ شرک کی طرف پلٹ جانے کا اندیشہ نہیں۔ ایک ہم ہیں کہ محض مسلکی تعصب و عناد کی بناء پر ایک دوسرے پر کفر و شرک کے فتوے لگا رہے ہیں۔ ایسا رویہ دین کی حقیقی روح سے ناآشنائی کے سوا اور کچھ نہیں۔

درج ذیل سطور میں ہم نفسِ مضمون سے متعلق چند احادیث ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ ہرگز شرک اور فعلِ حرام نہیں بلکہ یہ ایک امرِ جائز ہے اور تقرب الی اللہ کے لئے دین کے جائز طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔

ا۔ اَعمالِ صالحہ کا وسیلہ

کسی مشکل اور پریشانی کو دور کرنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک جائز اور مشروع ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''ایک دفعہ تین مسافر جنگل سے گزر رہے تھے۔ اچانک آسمان پر گھنگھور گھٹا چھا گئی۔ ابھی بچاؤ کا طریقہ سوچ ہی رہے تھے کہ زبردست موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ ایک غار میں پناہ لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا چنانچہ وہ اس میں گھس گئے۔ غار کا دہانہ چھوٹا تھا اچانک ایک بھاری بھرکم پتھر لڑھکتا ہوا آیا اور غار کے دہانے پر گرگیا۔ یہ لوگ اس میں محبوس ہوکر رہ گئے۔ اس ناگہانی مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا:

انظروا أعمالاً عَمِلتُموها لله صالحة، فادعوا الله بها لَعَلَّهُ يَفرُجُها۔

''اپنے اپنے (وہ نیک) اعمال یاد کرو جو تم نے خالصتاً اللہ (کی رضا و خوشنودی) کے لئے کیے۔ پھر ان کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرو شاید

وہ اس کو کھول دے (اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دے)۔‘‘

تجویز چونکہ بڑی مناسب اور حسبِ حال تھی اس لیے سبھی اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ ہر ایک نے باری باری اپنے اعمالِ صالحہ پیش کئے اور ان سے توسُّل کرتے ہوئے باری تعالیٰ سے اس مصیبت سے خلاصی کیلئے التجا کی۔

پہلا شخص اپنے ضعیف والدین کی خدمت کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے:

فإن كنتَ تعلمُ أنّی فَعلتُ ذٰلک ابتغاءَ وجهِک فَافرُجْ لنا فُرجةً نَرَی منها السماءَ۔

’’اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تُو دہانے سے پتھر ہٹادے تاکہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔‘‘

جونہی اس وفا شعار انسان نے دعائیہ الفاظ ختم کئے وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا اور انہیں آسمان نظر آنے لگا، مگر اتنا راستہ نہ بنا کہ کوئی آدمی باہر جا سکے۔

دوسرا شخص جسے اپنے چچا کی لڑکی کے ساتھ جذباتی لگاؤ تھا۔ اس لڑکی پر قابو اور اختیار حاصل کرنے کے باوجود محض اللہ کے خوف اور خشیت کی وجہ سے اپنے دامن کو فعلِ بد سے بچا لیا۔ وہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں اپنے پاکیزگیٔ دامن کے اس عمل کو بطورِ وسیلہ پیش کرتے ہوئے عرض کرتا ہے:

اللّٰهم فإن كنتَ تعلمُ أنّی فَعلتُ ذٰلک ابتغاءَ وجهِک فَافرُجْ لنا منها۔

’’اے اللہ! پس اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے تیری رضا کی خاطر ایسا کیا (اور میرا یہ عمل تیری بارگاہ میں مقبول ہے) تو ہمارا راستہ کھول دے۔‘‘

اس کے دعائیہ کلمات پر پتھر مزید سرک گیا مگر ابھی اتنی گنجائش نہ ہوئی تھی کہ وہ بآسانی باہر نکل سکتے۔

تیسرا شخص اپنی امانت و دیانت اور حق و صداقت کو اللہ ﷻ کے حضور وسیلہ بناتے ہوئے عرض کرتا ہے:

فإن كُنتَ تعلَمُ أني فعَلتُ ذٰلک ابتغاءَ وجهِکَ، فَافرُجْ ما بَقِيَ۔[1]

''(اے اللہ!) اگر میں نے یہ ایثار صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا تو (اس کی برکت سے ہماری مشکل دور فرما اور) غار کے دہانے سے باقی پتھر بھی ہٹا دے (کہ ہم باہر نکل سکیں)۔''

اس طرف ان کی دعا ختم ہوئی دوسری طرف رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور پتھر غار کے دہانے سے ایک طرف لڑھک گیا۔ اس طرح اعمالِ صالحہ کے وسیلہ سے انہیں اس مصیبت سے نجات ملی اور بارگاہِ الٰہی سے نئی زندگی مل گئی لہٰذا یہ تینوں حضرات سلامتی اور عافیت کے ساتھ باہر نکل آئے۔

۲۔ نماز کے وسیلہ سے گناہوں کی معافی

نمازِ پنجگانہ وہ عملِ صالحہ ہے جس کے وسیلے اور برکت سے اللہ رب العزت اپنے بندوں کی خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ.

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المزارعة، باب إذا ذرع بمال قوم بغیر إذنهم، ۲: ۸۲۱، رقم: ۲۲۰۸

هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ. قَالَ: فَذَالِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُوا اللهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا۔(۱)

’’(مجھے بتاؤ) اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ دن میں پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر میل نام کی کوئی چیز باقی رہ جائے گی؟ حاضرین نے جواب دیا: اس کے جسم پر میل نہیں بچے گی۔ فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ خدا تعالیٰ ان (کے وسیلہ اور برکت) سے گناہ مٹاتا ہے۔‘‘

۳۔ نوافل کے توسُّل سے قربِ الٰہی

بندۂ مومن کا مقصود اپنے معبودِ حقیقی اور مالک کے قرب اور رضا کا حصول ہوتا ہے۔ نوافل کے توسُّل سے بندے کو قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَ بَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَ يَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَ رِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا۔(۲)

’’میرا بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں۔ پھر میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں

(۱) ۱۔مسلم، الصحیح، کتاب المساجد، باب المشي إلی الصّلاۃ، ۱:۴۶۲، رقم:۶۶۷

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الرقائق، باب التواضع، ۵: ۲۳۸۴، رقم:۶۱۳۷

بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔‘‘

۴۔ بیٹیوں کی بہتر پرورش سے توسُّل

ماں، بہن، بیٹی سب قابلِ عزت و تکریم رشتے ہیں۔ اسلام نے نہ صرف ان رشتوں کی تقدیس کی بات کی بلکہ ان کی حفاظت اور پرورش پر اَجرِ عظیم کا مژدہ بھی سنایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اِرشاد کے مطابق بچیوں کی بہتر پرورش اور تعلیم و تربیت ایک ایسا عمل صالحہ ہے جس کے وسیلے سے ماں باپ کو جہنم کی آگ سے خلاصی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جاءتني امرأةٌ معها ابنتانِ تَسأَلُني، فلم تجدُ عندي غير تمرةٍ واحدةٍ، فأَعَطيُتُها فقسمَتُها بين ابنتيها، ثم قَامَتُ فخرجَتُ، فدخَلَ النبي ﷺ فحدَّثُتُه، فقال: من يلي من هذه البناتِ شيئاً، فأحسنَ إليهن، كُنَّ له سِتراً من النار۔[1]

’’میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، وہ مجھ سے کچھ مانگتی تھی۔ اس نے ایک کھجور کے سوا میرے پاس کچھ نہ پایا، میں نے اس کو وہی دے دی۔ اس نے وہ کھجور دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور پھر اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، میں نے آپ ﷺ سے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جوکوئی بیٹیوں کے ذریعے آزمایا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو یہ اس کیلئے دوزخ سے حجاب بن جاتی ہیں۔‘‘

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب رحمة الولد، ۵: ۲۲۳۴

۵۔ متحابین و مستغفرین کے وسیلہ سے عذاب کا ٹلنا

اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت اور اس سے استغفار کرنا ایسے اعمالِ صالحہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہایت پسند ہیں اور ان اعمال کو سرانجام دینے والوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی دیگر مخلوق سے بھی عذاب ٹال دیتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إنّ اللہ سبحانہ يقول: إنی لأھم بأھل الأرض عذاباً، فإذا نظرت إلی عمار بيوتی والمتحابين فیّ والمستغفرين بالأسحار، صرفت عنھم۔(۱)

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں لیکن جب میں اپنے گھر آباد کرنے والوں، اپنے لئے باہم محبت کرنے والوں اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو (ان کے وسیلہ سے اپنا غضب) ان سے پھیر دیتا ہوں۔‘‘

۶۔ صدقات و خیرات کے وسیلہ سے بلاؤں کا ٹلنا

صدقات و خیرات مصیبتوں اور بلاؤں کو ٹالنے کا بہترین وسیلہ ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مصائب و آزمائش کو ٹالنے کے لیے صدقہ و خیرات کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بَاكِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّا الصَّدَقَةَ۔(۲)

’’صدقہ کی ادائیگی میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلا (مصیبت) صدقہ کو نہیں پھلانگ سکتی (یعنی صدقہ کی موجودگی میں بلائیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں)۔‘‘

(۱) بيہقی، شعب الإيمان، ۶: ۵۰۰، رقم: ۹۰۵۱

(۲) بيہقی، السنن، ۴: ۱۸۹، رقم: ۷۶۲۰

۷۔ نسبتِ صالحین کے وسیلہ سے مغفرت

نیک نسبت کے توسل سے دعا کی تاثیر اور قبولیت کے امکان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ عملِ صالح ہو، عبدِ صالح ہو یا کوئی مقدس مقام ہو۔ صحیح بخاری و مسلم میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کی توبہ کا واقعہ مروی ہے۔ (صحیح مسلم کے الفاظ کے مطابق) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَنَّ رَجُلًا قَتَلَ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ نَفْسًا فَجَعَلَ يَسْأَلُ هَلْ لَّهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ: لَيْسَتْ لَکَ تَوْبَةٌ فَقَتَلَ الرَّاهِبَ ثُمَّ جَعَلَ يَسْأَلُ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَى قَرْيَةٍ فِيْهَا قَوْمٌ صَالِحُوْنَ فَلَمَّا کَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيْقِ أَدْرَکَهُ الْمَوْتُ فَنَآءَ بِصَدْرِهِ ثُمَّ مَاتَ فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِکَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِکَةُ الْعَذَابِ فَکَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ مِنْهَا بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا۔(۱)

”(بنی اسرائیل کے) ایک شخص نے ننانوے (۹۹) آدمیوں کو قتل کیا، پھر وہ یہ پوچھتا پھرتا تھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے ایک راہب کے پاس جا کر یہ سوال کیا، کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا: تمہاری توبہ قبول نہیں ہو سکتی، اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا، اس نے قبولیتِ توبہ کے بارے میں پھر سوال کرنا شروع کیا اور وہ اس بستی سے نکل کر دوسری بستی کی طرف جانے لگا جس میں کچھ نیک لوگ رہتے تھے۔ جب اس نے راستہ کا کچھ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل و إن کثر قتله، ۴: ۲۱۱۹، رقم: ۲۷۶۶

۲۔ بخاري، الصحيح، کتاب ألانبياء، باب حديث الغار، ۳: ۱۲۸۰، رقم: ۳۲۸۳

حصہ طے کیا تو اس کو موت نے آ لیا، پس اس نے اپنا سینہ قریۃ الصالحۃ (نیک لوگوں کی بستی) کی سمت کر کے اپنے آپ کو اس طرف پھینک دیا پھر فوت ہوگیا، اس سے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا۔ وہ ایک بالشت کے برابر نیک آدمیوں کی بستی کے قریب تھا سو اس کو اس نیک بستی والوں میں شامل کر دیا گیا۔‘‘

حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کا اس واقعہ کو بیان کرنے کا مفاد یہ ہے کہ یہ طریقہ ہمارے لئے سنت بنایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صالحین کے توسُّل اور نسبت سے بخشش و مغفرت حاصل ہوتی ہے۔

۸۔ کمزور اور ضعیف لوگوں کے وسیلہ سے رِزق میں کشادگی

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رَأَى سَعْدٌ رضی اللہ عنہ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔(۱)

’’حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ انہیں اُن لوگوں پر فضیلت ہے جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو تمہارے کمزور اور ضعیف لوگوں کے وسیلہ سے ہی تمہیں نصرت عطا کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔‘‘

اسی طرح سنن ترمذی میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، باب مَنِ اسْتَعَانَ بالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِين في الْحَرْبِ، ۳:۱۰۶۱، رقم: ۲۷۳۹

ابْغُونِی فِی ضُعَفَائِكُمْ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَ تُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ۔(۱)

''مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں اپنے کمزور لوگوں کے وسیلہ سے رزق دیا جاتا ہے اور ان کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔''

۹۔ یَا عِبَادَ اللهِ! احْبِسُوا عَلَيَّ کے اَلفاظ سے توسُّل

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللهِ! احْبِسُوا عَلَيَّ، يَا عِبَادَ اللهِ! احْبِسُوا عَلَيَّ، فَإِنَّ ِللهِ فِي الْأَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ عَلَيْكُمْ۔(۲)

''جب تم میں سے کسی کی سواری جنگل بیاباں میں چھوٹ جائے تو اس (شخص) کو (یہ) پکارنا چاہیئے: اے اللہ کے بندو! میری سواری پکڑ دو، اے اللہ کے بندو! میری سواری پکڑ دو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے (ایسے) بندے اس

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الجهاد، باب ما جاء فی الاستفتاح، ۴: ۲۰۶، رقم: ۱۷۰۲

۲۔ أبوداود، السنن، کتاب الجهاد، باب فی الانتصار برذل الخیل والضعفة، ۳: ۳۲، رقم: ۲۵۹۴

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعیف، ۶: ۴۵، رقم: ۳۱۷۹

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۱۷، رقم: ۱۰۵۱۸

۲۔ أبویعلی، المسند، ۹: ۱۷۷، رقم: ۵۲۶۹

۳۔ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد (۱۰: ۱۳۲)'' میں کہا ہے کہ طبرانی سے مروی اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔

www.MinhajBooks.com

زمین میں ہوتے ہیں، وہ اس کو (اس کی سواری) پکڑا دیں گے۔‘‘

حضرت عتبہ بن غزوانی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْأً أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا وَ هُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيْثُونِي يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيْثُوْنِي فَإِنَّ ِللهِ عِبَادًا لاَ نَرَاهُمْ وَ قَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ۔(۱)

’’جب تم میں سے کسی کی کوئی شے گم ہو جائے اور تم میں سے کوئی مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں اس کا کوئی مددگار بھی نہ ہو تو اسے چاہئے کہ کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے ایسے بھی بندے ہیں جنہیں ہم دیکھ تو نہیں سکتے (لیکن وہ لوگوں کی مدد کرنے پر مامور ہیں) اور یہ آزمودہ بات ہے (کہ ایسا کرنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے ان بندوں سے مدد حاصل ہوتی ہے)۔‘‘

توسل خود قاطعِ شرک ہے

توسُّل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور اس کے اطلاقات پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وسیلہ پکڑنے والا وسیلے کو خدا یا اس کا شریک نہیں بناتا بلکہ اس کا مقرب سمجھتا ہے۔ صاف ظاہر ہے تقرب اِلی اللہ کا مقام بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ متوسّل بہ کی ساری خوبیاں جب اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی تفویض کردہ ہیں تو یہ تصور بذاتِ خود قاطع شرک ہے کیونکہ صفت اپنی اصل کی شریک نہیں ہوا کرتی۔

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۷: ۱۱۷، رقم: ۲۹۰
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۳۲

فصل سوُم

حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے توسُّل کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ **التوسُّل بالنبی ﷺ قبل ولادته**

(ولادت باسعادت سے قبل حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل)

۲۔ **التوسُّل بالنبی ﷺ فی حیاته**

(حیاتِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل)

۳۔ **التوسُّل بالنبی ﷺ بعد وصاله**

(بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل)

مندرجہ بالا تمام صورتیں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور آج تک علماءِ کبار آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کے ان تینوں پہلوؤں سے توسُّل بیان کرتے چلے آئے ہیں۔

۱۔ ولادت باسعادت سے قبل حضور ﷺ سے توسُّل

حضور نبی اکرم ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل بھی آپ ﷺ سے توسُّل کیا گیا۔ ائمہ ومحدّثین نے اپنی کتابوں میں ثقہ روایات سے آپ ﷺ کے قبل از ولادت فیوض و برکات کو ثابت کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم اِن شاء اللہ ولادت سے قبل حضور ﷺ سے توسُّل کرنا ثابت کریں گے۔

(ا) حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے توسّل کرنا، ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ انہوں نے معافی کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بطورِ وسیلہ پیش کیا اور ربِّ رحیم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے انہیں معاف فرما دیا۔ امام حاکم (م ۴۰۵ھ) اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لما اقتَرَفَ آدم الخطيئَةَ قال: يا ربّ أسألُكَ بحقِ محمدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما غفرت لي. فقال الله: يا آدم وكيف عَرَفْتَ محمدًا ولم أخلُقْه؟ قال: يا ربِّ لأنك لمّا خلقتني بيدك ونفختَ فيَّ من روحك رفعتُ رأسي فرأيتُ على قوائمِ العرشِ مكتوباً: لا إله إلا الله محمد رسول الله، فعلمتُ أنك لم تُضِفْ إلى اسمكَ إلا أَحَبَّ الخلقِ إليك. فقال الله: صدقتَ يا آدم إنه لأَحَبُّ الخلقِ إليّ. ادعني بحقّه، فقد غفرتُ لك، ولو لا محمدٌ ما خلقتُكَ۔(۱)

’’جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطاء سرزد ہوئی تو انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) عرض کیا: پروردگار! میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح پہچان لیا حالانکہ ابھی تک میں نے انہیں تخلیق بھی نہیں کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: مولا! جب تو نے اپنے دستِ

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۲:۶۱۵، رقم: ۴۲۲۸
۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۵:۴۸۹

قدرت سے مجھے تخلیق کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی، میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو عرش کے ہر ستون پر لا إله إلا الله محمد رسول الله لکھا ہوا دیکھا میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اسی کا نام ہوسکتا ہے جو تمام مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا، مجھے ساری مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب وہی ہے۔ اب جبکہ تم نے اس کے وسیلہ سے مجھ سے دعا کی ہے تو میں نے تجھے معاف کر دیا اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تجھے بھی تخلیق نہ کرتا۔‘‘

امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام بُلقینی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام تقی الدین سبکیؒ نے ’’شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام (ص: ۱۲۰)‘‘ میں شیخ ابنِ تیمیہ کی تنقید اور رَدّ کو مسترد کیا ہے اور امام حاکم کے قول کی تصدیق کی ہے۔

نوٹ: اِس روایت سے متعلق مزید تفصیلات کے لیے ہماری کتاب ’’عقیدۂ توسّل‘‘ کا باب پنجم ملاحظہ کریں۔

(۲) یہود کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کا معمول

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے یہود اپنے حریفوں پر فتح پانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کرتے جس کے نتیجے میں فتح سے ہم کنار ہوتے۔ اس بات پر نصِ قرآنی شاہد عادل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْاۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَo(۱)

(۱) البقرة، ۲: ۸۹

”اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (تورات) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب قرآن کے ساتھ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔“

قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک مفسرین کی اکثریت نے اس آیتِ کریمہ کا جو معنی بیان کیا ہے وہ اصلاً حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ (م ٦٨ھ) سے مروی ہے۔

”تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس“ ”جامع البیان فی تفسیر القرآن“ ”الدر المنثور فی التفسیر بالماثور“ اور دیگر کتبِ تفاسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہے کہ یہود اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کو وسیلہ بنا کر اللہ جل جلالہ سے مدد طلب کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ﴾ من قبل محمد ﷺ والقرآن ﴿يَسْتَفْتِحُوْنَ﴾ يستنصرون بمحمد والقرآن ﴿عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ من عدوهم أسد وغطفان ومزينة وجهينة ﴿فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا﴾ صفته ونعته فی كتابهم ﴿كَفَرُوْا بِهٖ﴾ جحدوا به ﴿فَلَعْنَةُ اللّٰهِ﴾ سخطة الله وعذابه ﴿عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ على اليهود۔[۱]

(۱) فیروز آبادی، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس: ۱۳

’’(یہود) حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں أسد، غطفان، مزینۃ اور جھینۃ (کے قبائل) کے خلاف اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے حضور نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے توسل سے حصولِ فتح کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات و خصوصیات کو وہ اپنی کتابوں کے ذریعے پہچانتے تھے تشریف لے آئی تو اس کا اِنکار کر دیا۔ پس (اس کفر کی وجہ سے) کافروں میں سے یہود پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہو۔‘‘

خود اہلِ کتاب، حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار و مشرکین عرب سے جنگوں کے دوران اللہ تعالیٰ سے اپنے کامیابی و کامرانی کی دعا حضور ﷺ کے وسیلے سے مانگا کرتے تھے۔ ان کی دعا کے کلمات یہ تھے:

اللّٰهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذی نَجِدُ نعتَه وصفتَه في التوراۃ۔[1]

’’اے اللہ! آخری زمانہ میں بھیجے جانے والے نبی اکرم ﷺ کہ جن کی تعریف اور صفات ہم تورات میں پاتے ہیں، کے وسیلے سے ہماری مدد فرما۔‘‘

ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی اہلِ کتاب آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو بطورِ وسیلہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے۔ اس روایت کے مقبول ہونے کے حوالے سے ذہن نشین رہے کہ جو روایت تفسیر کے لئے قابلِ حجت ہوتی ہے وہ درجۂ قبولیت میں ہوتی ہے۔ اس روایت کو تو گزشتہ ایک ہزار سال کے دوران جتنے بھی مفسرین گزرے ہیں سب نے نقل کیا ہے، کسی نے تفسیر القرآن بالقرآن اور کسی نے تفسیر القرآن بالحدیث کے تحت۔ مختلف ادوار میں مفسرین کرام، محدثین اور فقہاء و ائمہ کا اس پر متفق ہونا بڑا اہم اور قابلِ اعتماد امر ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تو اسرائیلیات سے آئی ہیں تو

(۱) زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ۱: ۱۲۳

اس حوالے سے بھی یہ امر ذہن نشین رہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق بنی اسرائیل سے روایات لینے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حَدِّثوا عن بني إسرائيل ولا حرج۔ (۱)

''بنی اسرائیل سے روایات لو، اس میں کوئی حرج نہیں۔''

۲۔ حیاتِ مبارکہ میں حضور ﷺ سے توسُّل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مقدسہ میں بوقتِ ضرورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کا توسل پیش کرتے تھے۔ جب اُممِ سابقہ آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں دشمنوں پر فتح اور اپنے گناہوں کی مغفرت کیلئے التجائیں کرتی تھیں تو اُمتِ مصطفوی بطریقِ اولیٰ آپ ﷺ کے توسُّل کی حقدار ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے توسُّل کیا، آپ ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا بلکہ خود ان کو وسیلہ کی تعلیم دی۔ قرآن و حدیث میں صراحۃً اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے اُمت پر بے شمار انعامات فرمائے ہیں۔ چند دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے عذاب کا ٹل جانا

اُممِ سابقہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں تمام حدود تجاوز کر جاتیں تو اس نافرمانی کے باعث پوری اُمت کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا۔ مگر جب حضور نبی اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے وجودِ مسعود کے وسیلہ سے باری تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ سے متعلق اپنا قانون و ضابطہ تبدیل کر دیا۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ۳:۱۲۷۵، رقم: ۳۲۷۴

وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○[۱]

''اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیبِ مکرّم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں○''

آپ ﷺ کے وسیلہ سے نہ صرف اُمتِ اِجابت (مؤمنین و مسلمین) بلکہ اُمتِ دعوت (کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ) سے بھی دنیاوی عذاب اٹھا لئے گئے۔ یہ عذاب کا اٹھایا جانا کسی خاص وقت اور زمانے کی لیے نہ تھا، بلکہ یہ ابد الاباد تک حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کے ساتھ لازم کردیا گیا ہے۔ جب تک آپ ﷺ کی نبوت و رسالت موجود رہے گی' اس وقت تک عذاب الٰہی نہیں آئے گا اور بلا شبہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت قیامت تک جاری و ساری رہے گی کیونکہ وَأَنْتَ فِيهِمْ کی برہانِ قطعی کی بنا پر حضور نبی اکرم ﷺ کا وجودِ اقدس رحمتِ الٰہی کا باعث بن گیا۔ لہٰذا اب قیامت تک سابقہ اُمم کی طرح نہ صرف یہ اُمت بلکہ تمام دنیائے انسانیت عالمگیر عذابوں میں گرفتار نہیں ہوگی۔ پس عذابِ الٰہی اور نوعِ بشر کے درمیان حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ جلیلہ ایک پردۂ رحمت بن گیا ہے۔

(۲) توسلِ رسول ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معافی

غزوہ اُحد کے موقع پر حضور ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جغرافیائی اور عسکری نقطۂ نظر سے ایک خاص دَرّہ پر متعین فرمایا اور تاکید فرمائی: فتح ہو یا شکست تم نے ہرگز اپنی جگہ نہیں چھوڑنی۔ اِن میں سے اکثریت نے اِبتدائی فتح کے پیشِ نظر دَرّہ کو چھوڑ دیا جب کفار و مشرکینِ مکہ نے پیچھے سے پلٹ کر حملہ کردیا تو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے

(۱) الانفال، ۸: ۳۳

اور اکثریت زخموں سے چور۔ پھر جب جنگِ احد سے واپس پلٹے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک اور معرکے کے لیے بلایا، زخموں سے چور اور نڈھال صحابہ کرام ﷺ دوبارہ جنگ کے لئے تیار ہوگئے۔ اس جانثاری پر اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آ گیا اور انہیں معاف کرنے کا ارادہ فرما لیا لہٰذا اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا:

فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ۔ (۱)

''سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لئے بخشش مانگا کریں۔''

اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا کہ اے محبوب: آپ اِن سے درگزر کریں اور اِن کے لیے مغفرت طلب کریں۔ گویا اِن صحابہ کرام ﷺ کو معافی کا پروانہ اس وقت تک جاری نہیں ہوسکتا جب تک اس کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے استغفار کا وسیلہ شامل نہ ہو جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں توسُّل پر قرآن حکیم کی یہ آیتِ کریمہ بڑی قوی دلیل ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوۡ أَنَّهُمۡ إِذ ظَّلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ جَآءُوكَ فَاسۡتَغۡفَرُواْ اللَّهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواْ اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا٥ (۲)

''اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے٥''

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں اہلِ ایمان کو یہ ہدایت عطا فرمائی ہے کہ

(۱) آل عمران، ۳: ۱۵۹

(۲) النساء، ۴: ۶۴

جب بھی وہ کوئی گناہ کر بیٹھیں یا ان سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لیے درِ مصطفیٰ ﷺ پر حاضر ہو جائیں اور ان کا دامنِ رحمت پکڑ کر ان کے وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی میں التجا کریں۔ پھر جب رسول ﷺ بھی ان کی شفاعت کریں گے تو یہ امر یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جس طرح حضور ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں اس آیت کا اطلاق ہوتا تھا اسی طرح بعد از وصال بھی یہ جاری و ساری رہے گا۔ (اس حوالے سے تفصیلات آگے آ رہی ہیں)۔ اگر توسل شرک یا ناجائز ہوتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کبھی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جَآءُوْکَ فرما کر حضور ﷺ کی بارگاہ کی طرف نہ بھیجتا۔

(۳) توسلِ رسول ﷺ سے بینائی کا لوٹ آنا

آیاتِ بینات کے علاوہ خود نبی اکرم ﷺ کے ارشاداتِ گرامی میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ آپ ﷺ سے آپ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں توسُّل کیا گیا بلکہ آپ ﷺ نے خود تلقین فرمائی۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أنّ رَجُلاً ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: ادْعُ اللهَ لِيُ أَنُ يُعَافِيَنِيُ. فَقَالَ: إِنُ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَکَ وَهُوَ خَيْرٌ، وَإِنُ شِئْتَ دَعَوْتُ. فَقَالَ: ادْعُهُ فَأَمَرَهُ أَنُ يَّتَوَضَّاءَ فَيُحْسِنَ وَضُوءَهُ، وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ: اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْکَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّی قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ إِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی هَذِهِ لِتُقْضَی، اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ (۱)

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی صلاة الحاجة، ۱: ۴۴۱، رقم: ۱۳۸۵

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب فی دعاء الضعیف، ۲: ۱۹۷، رقم: ۳۵۷۸

’’ایک نابینا شخص بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا : (یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے صحت و عافیت عطا فرمائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں اس کو تیرے لئے موخر کر دوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو دعا کروں۔ اس نے عرض کیا: اللہ ﷻ سے دعا فرما دیجئے۔ پس آپ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ، پھر یہ دعا کر: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف نبیٔ رحمت محمد ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری یہ حاجت پوری فرما دے۔ اے اللہ! تو اپنے نبی ﷺ کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔‘‘

مستدرک امام حاکم میں بعض الفاظ کا اضافہ ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فو اللہ ما تفرقنا ولا طال بنا الحدیث حتی دخل الرجل وکأنہ لم یکن بہ ضر قط۔(۱)

’’اللہ کی قسم! ہم ابھی مجلس سے اٹھے ہی نہ تھے اور نہ ہی کوئی طویل گفتگو کی کہ وہ شخص (صحیح سلامت آنکھوں کے ساتھ) داخل ہوا، گویا اس کو کوئی اندھا پن تھا ہی نہیں۔‘‘

امام حاکم نے اسے امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے، جبکہ امام ذہبی نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔

شیخ محمود سعید ممدوح اپنی کتاب ’’رفع المنارۃ (ص: ۱۲۳)‘‘ میں اس حدیث

(۱) حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱:۵۲۶

کی تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا إسناد صحيح، وقد صحّحه غير واحد من الحفاظ ...... فيهم الترمذي، والطبراني وابن خزيمة، والحاكم و الذهبي۔

''اس حدیث کی تمام اسناد صحیح ہیں، اور اسے بہت سے حفاظِ حدیث نے بھی صحیح قرار دیا ہے ...... جن میں امام ترمذی، امام طبرانی، ابنِ خزیمہ، حاکم اور ذہبی شامل ہیں۔''

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہی اپنا حاجت روا سمجھ رہا ہے اور دستِ سوال بھی اسی کے آگے دراز کیا جا رہا ہے کہ وہی ناممکن کو ممکن کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ دعا کو اَقرب اِلی الاجابت بنانے کے لیے حضور ﷺ کے تلقین کردہ طریقہ کے مطابق آپ ﷺ کا وسیلہ پیش کیا لٰہذا یہ شرک اور منافیٔ توحید نہیں بلکہ سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت شدہ مشروع، مباح اور جائز طریقہ ہے۔

(۴) حضور ﷺ کے وسیلہ سے نزولِ باراں

حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں جب بھی بارش نہ ہوتی اور قحط کے آثار پیدا ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر آپ ﷺ سے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی التجا کرتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور کسی کا وسیلہ شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہم سے زیادہ دین کا فہم رکھنے والے تھے، کبھی بھی آپ ﷺ کے پاس نہ آتے بلکہ براہِ راست اللہ جل جلالہ سے دعا کرتے، مگر وہ جانتے تھے کہ جو بندہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مقرب و محبوب ہو جائے تو وہ ایسے بندے کی دعا کو فوری شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔

اِمام بخاریؒ آپ ﷺ کے توسل سے نزولِ باراں کے ایک واقعہ کو الصحیح میں کتاب الاستسقاء کے باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا کے ذیل میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عن عبد اللهِ بن دينارٍ، عن أبيه قال: سمعتُ ابنَ عمرَ يَتمثَّلُ بشعر أبي طالب:

وأبيضُ يُستَسقَى الغمامُ بوجهِهِ
ثِمالُ اليَتَامٰى عِصمةٌ لِلأراملِ

وقال عُمَرُ بن حمزةَ: حدثنا سالِمٌ عن أبيه: وربما ذَكرتُ قول الشاعِرِ، وأنا أنظُر إلى وجهِ النبيِّ ﷺ يُستَسقى، فما ينزِلُ حتى يَجِيشَ كلُّ ميزابٍ۔(۱)

''حضرت عبداللہ بن دینار نے اپنے والد سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ ابوطالب کا شعر پڑھتے تھے۔

(وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرۂ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے، جو یتیموں کے فریاد رَس اور بیواؤں کے غم خوار ہیں۔)

''عمر بن حمزہ نے کہا: ہمیں سالم نے اپنے والد (عبداللہ بن عمر) سے خبر دی کہ میں شاعر کا یہ شعر کبھی یاد کرتا اور میں حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھتا جبکہ آپ ﷺ بارش کیلئے دعا فرماتے' آپ ﷺ ابھی منبر سے نہ اترتے کہ پرنالے زور سے بہنے لگتے۔''

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، ۱: ۳۴۲، رقم: ۹۶۳
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء فی الدعاء في الاستسقاء، ۱: ۴۰۵، رقم: ۱۲۷۲
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۹۳، رقم: ۵۶۷۳

خلاصۂ کلام

اَحادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے ظاہری حیاتِ مبارکہ میں توسّل کیا گیا۔ نہ صرف کسی ایک خاص معاملے میں بلکہ جملہ دینی اور دنیوی امور مثلاً بیماری، دکھ، تکلیف، ایمان واسلام، گناہوں کی بخشش، اجتماعی طور پر لوگوں کی معاشی بدحالی و ابتری سے نجات، الغرض تمام دینی و دنیوی حاجات میں آپ ﷺ سے توسّل کیا گیا اور آپ ﷺ نے بھی لوگوں کے لئے بارگاہِ خداوند کریم میں دعائیں کیں۔ کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ہماری بارگاہ میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اس لئے اپنے گھروں میں رہ کر اس سے مانگا کرو بلکہ آپ ﷺ نے آنے والوں کو کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صحیح جگہ پہنچنے کی ہدایت و رہنمائی فرمائی ہے، آپ کی مراد پوری ہوجائے گی۔ معلوم ہوا کہ انبیاء و رسل علیھم السلام سے توسّل جائز اور پسندیدہ عمل ہے جسے شرک کہہ کر توحید کے منافی قرار دینا تعلیماتِ اسلام کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔

۳۔ بعد اَز وصال حضور نبی اکرم ﷺ سے توسّل

حضور ﷺ کے اس دنیا سے وصال فرمانے کے بعد بھی آپ ﷺ کی نبوت ورسالت جاری ہے اور قیامت تک جملہ احکام کے ساتھ باقی رہے گی۔ قابلِ غور بات یہ ہے جب آپ ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں آپ ﷺ سے توسّل بالاتفاق جائز تھا تو کیا وجہ ہے کہ نبوت و رسالت کے جمیع احکام، اطاعت، اتباع اور ادب کے ہوتے ہوئے بعد از وصال سلسلۂ توسّل منقطع ہو جائے جبکہ قرآن حکیم اور حدیثِ رسول ﷺ میں کوئی نص بعد از وصال توسّل کے انقطاع پر موجود نہیں۔ لہٰذا جن نصوصِ قرآنی سے آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں توسّل ثابت ہے ان ہی نصوص سے بعد از وصال بھی توسّل ثابت ہوتا ہے۔ ذیل میں بعد از وصال توسل کے جواز پر چند نظائر و واقعات درج ذیل ہیں:

(۱) مغفرت بوسیلۂ مصطفیٰ ﷺ

اللہ ﷻ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو بلند مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا جائز تھا اسی طرح بعد از وصال بھی مشروع ہے۔ کوئی شرعی و عقلی دلیل ایسی نہیں جو بعد از وصال توسل کو شرک یا ممنوع قرار دے۔ سورۂ نساء میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○(۱)

’’اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے○‘‘

حافظ عماد الدین ابنِ کثیر (م ۷۷۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں بعد از وصال توسل کو جائز اور مشروع قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

يُرشِد تعالى العصاة والمذنبين إذا وقع منهم الخطاء والعصيان أن يأتوا إلى الرسول ﷺ، فيستغفروا الله عنده ويسألوه أن يغفر لهم فإنّهم إذا فعلوا ذالك تاب الله عليهم ورحمهم وغفر لهم، ولهذا قال: ﴿لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾۔

وقد ذكر جماعة منهم الشيخ أبو منصور الصباغ فى كتابه

(۱) النسآء، ۴: ۶۴

الشامل الحكاية المشهورة عن العتبى، قال: كنتُ جالسًا عند قبر النبى ﷺ فجاء أعرابى، فقال: السلام عليك يا رسول الله! سمعتُ الله يقول: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ وقد جئتک مستغفراً لذنبى مستشفعًا بک إلى ربى. ثم أنشأ يقولُ:

يا خير من دفنت بالقاع أعظمه
فطاب من طيبهن القاع والأكم
نفسى الفداء لقبر أنت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ثم انصرف الأعرابى فغلبتنى عينى، فرأيت النبى ﷺ فى النوم، فقال: يا عتبى! الحق الأعرابى، فبشّره أن الله قد غفر له۔(۱)

”(اِس آیتِ کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطا کاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطا و گناہ سرزد ہوجائے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر

(۱) ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۱: ۵۲۰
اعرابی کا مذکورہ بالا مشہور واقعہ درج ذیل کتب میں بھی بیان کیا گیا ہے:
۱۔ بيهقى، شعب الإيمان، ۳: ۴۹۵، ۴۹۶، رقم: ۴۱۷۸
۲۔ ابن قدامه، المغنى، ۳: ۵۵۷
۳۔ نووى، كتاب الأذكار، ۳: ۹۲
۴۔ سبكى، شفاء السقام فى زيارة خير الأنام: ۴۶، ۴۷ ←

خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے اور خود رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اس لیے لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا کہا۔

’’یہ روایت کثیر لوگوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابومنصور صباغ نے اپنی کتاب ’’الحکایات المشهورة‘‘ میں لکھا ہے کہ عتبی کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبرِ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور اس نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔‘‘ میں آپ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتا ہوا اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتا ہوا حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

(اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر، جن کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے، میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ رونق افروز ہیں، جس میں عفاف و جود و کرم ہے۔)

۵۔ ہیتمی، الجوہر المنظم: ۵۱

اس کے علاوہ تمام مذاہب کے اجل ائمہ و علماء کا عتبی کی روایت کے مطابق دیہاتی کا روضۂ رسول ﷺ پر آکر مغفرت طلب کرنا ان کی کتابوں میں زیارۃ روضۂ رسول ﷺ یا مناسکِ حج کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔

''پھر اعرابی واپس چلا گیا تو مجھے نیند آ گئی، میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: عتبی! جا، اس اعرابی کو خوش خبری سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے۔''

علاوہ ازیں عمدۃ المفسرین امام قرطبی نے اپنی معروف تفسیر ''**الجامع لأحکام القرآن** (۵: ۲۶۵، ۲۶۶)'' میں عتبی کی روایت سے ملتا جلتا دوسرا واقعہ یوں بیان کیا ہے:

''ابو صادق نے علی سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد آیا اور اس نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کی قبر مبارک کے قریب زمین بوس کیا، اس کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور پھر کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا اور ہم نے آپ کا قول مبارک سنا، آپ نے اللہ سے احکامات لیے اور ہم نے آپ سے احکام لیے اور انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ** (اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔) پس میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت طلب فرمائیں۔ اس اعرابی کی التجاء پر اسے قبر سے ندا دی گئی:

أنه قد غفر لک۔

''بے شک تمہاری مغفرت ہوگئی ہے۔''

منکرینِ توسل غور کریں! کیا ان اکابر محدّثین و مفسرین نے گمراہی اور کفر کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے؟ یا انہوں نے وہ بات نقل کی ہے جو بت پرستی یا قبر پرستی کی دعوت دیتی ہے؟ (معاذ اللہ!) اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو پھر کس اِمام کو اور کس کتاب کو ثقہ و معتبر کہا جائے گا؟ حقیقت یہی ہے کہ انکارِ توسل معترضین کا خود ساختہ نظریہ ہے جسے

قرآن و حدیث سے ذرا بھر بھی تائید حاصل نہیں۔

(۲) بعد اَز وصال حضور ﷺ کے اِستغفار کا وسیلہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات و وصال کو اُمت کے لیے رحمت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حياتي خير لکم تُحدِّثُون وتحدث لکم، و وفاتي خيرلکم تعرض علي أعمالکم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه،وما رأيت من شر اِستغفرت الله لکم۔(۱)

''میری زندگی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ تم حدیثیں سنتے سناتے ہو اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ (میری قبر میں) تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ چنانچہ نیکیاں دیکھنے پر اللہ کا شکر بجا لاؤں گا، اور برائیاں دیکھنے پر تمہارے لئے اللہ سے استغفار کروں گا۔''

اگر آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے توسل سے حصولِ برکت ممنوع ہوتا تو آپ ﷺ کبھی بھی وفاتي خير لکم اور استغفرت الله لکم فرما کر اُمت کو اپنی بارگاہ کی طرف متوجہ نہ فرماتے۔

(۳) وسیلۂ مصطفیٰ ﷺ سے بارش کا نزول

امام دارمی اپنی ''السنن'' میں ابو الجوزاء اَوس بن عبد اللہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قحط أهل المدينة قحطًا شديدًا فشکوا إلی عائشة، فقالت:

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۵:۳۰۸، رقم: ۱۹۲۵

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹:۲۴

انظروا قبر النبي ﷺ فاجعلوا منه كوًا إلى السّماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف، قال: ففعلوا فمطروا مطراً حتى نبت العشب، وسمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم، فسمى عام الفتق۔(۱)

''ایک مرتبہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضي الله عنها سے (اپنی دگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک کے پاس جاؤ اوراس سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پس بہت زیادہ بارش ہوئی حتی کہ خوب سبزہ اُگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہوگئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ لہٰذا اُس سال کا نام ہی ''عام الفتق'' (سبزہ وکشادگی کا سال) رکھ دیا گیا۔''

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضي الله عنها سے زیادہ توحید کی معرفت کسے حاصل ہو گی۔ اگر توسل بعداز وصال شرک ہوتا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضي الله عنها صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کبھی بھی مصائب و آلام سے چھٹکارے کے لیے آپ ﷺ کی قبرِ انور سے توسل کرنے کو نہ فرماتیں۔

(۴) خلافتِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں قبرِ انور سے توسّل

امام ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) المصنف میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی لوگ آپ ﷺ کی قبرِ انور پر حاضر ہوتے اور آپ ﷺ کے

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۳، رقم: ۹۳

۲۔ابن جوزی، الوفاء بأحوال المصطفى، ۲: ۸۰۱

وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں اِلتجائیں کرتے۔ حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ - جو کہ عہدِ فاروقی میں ناظمِ خوراک تھے- روایت کرتے ہیں:

أصاب الناس قحط فی زمن عمر، فجاء رجل إلی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! استسق لأمتک فإنّهم قد هلکوا، فأتی الرجل فی المنام فقیل له: ائت عمر فأقرئه السلام وأخبره أنکم مسقیون و قل له: علیک الکیس! علیک الکیس! فأتی عمر فأخبره فبکی عمر، ثم قال: یا رب لا آلو إلا ما عجزت عنه۔ (۱)

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہوگئے۔ پھر ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ (اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے) اپنی اُمت کے لئے سیرابی مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہوگئی۔ پھر خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر کے پاس جا کر اسے میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کیے جاؤ گے، اور عمر سے کہہ دو کہ عقل مندی اختیار کرے، عقل مندی اختیار کرے۔ اس صحابی نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ عرض کیا: اے اللہ! میں (خدمتِ خلق میں کچھ) کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ جس چیز سے عاجز پڑ جاؤں۔‘‘

علامہ ابنِ تیمیہ (۶۶۱ـ۷۲۸ھ) نے ’’اقتضاء الصراط المستقیم (ص: ۳۷۳)‘‘ میں اس روایت کی تائید کی ہے۔ حافظ ابنِ کثیر نے ’’البدایة والنهایة (۵: ۱۶۷)‘‘ میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اسی سند کے ساتھ

(۱) ۱۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۳۵۶، رقم: ۳۲۰۰۲
۲۔ بیهقی، دلائل النبوة، ۷: ۴۷
۳۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، ۲: ۴۶۴

ابن ابی خیثمہ نے روایت کیا ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی ''فتح الباری (۲: ۴۹۵، ۴۹۶)'' میں لکھتے ہیں: ''یہ روایت ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ بیان کی ہے اور سیف بن عمر تمیمی نے ''الفتوح الکبیر'' میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خواب دیکھنے والے ایک صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔'' امام قسطلانی نے ''المواهب اللدنية (۴: ۲۷۶)'' میں کہا ہے کہ اسے ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے؛ جب کہ علامہ زرقانی نے بھی ''شرح المواهب اللدنية (۱۱: ۱۵۰، ۱۵۱)'' میں امام قسطلانی کی تائید کی ہے۔

(۵) توسلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاجت بر آری

توسُّل کا یہ طریقہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے ساتھ خاص نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم توسُّل کے اس طریق کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی استعمال کرتے تھے اور دوسروں کو بھی بوقتِ ضرورت اس کی تلقین کرتے تھے جیسا کہ امام طبرانیؒ نے **المعجم الکبیر** میں نقل کیا ہے کہ ایک آدمی اپنی کسی غرض و حاجت سے بار بار امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف التفات کرتے اور نہ اس کی حاجت میں غور فرماتے۔ وہ آدمی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو ملا اور ان سے اس کا شکوہ کیا۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وضو کرو۔ پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ کر یہ کہو:

اَللَّهُمَّ إِنِّي أَسَأَلُکَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْکَ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَامُحَمَّدُ! إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِکَ إِلَى رَبِّي فَتُقْضَى لِي حَاجَتِي.

''اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیٔ رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے۔''

اِس کے بعد اپنی حاجت بیان کرو۔

وہ آدمی چلا گیا اور جیسا اس کو کہا گیا تھا اس نے ویسا ہی کیا۔ اس کے بعد جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا تو دربان آیا اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے اپنی حاجت بیان کی تو امیر المومنین نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا اور فرمایا: تم نے اب تک اپنی حاجت کا کیوں ذکر نہ کیا؟ آپ نے اسے یہ بھی فرمایا کہ آئندہ جو بھی ضرورت ہو، ہمارے پاس آنا۔ وہ آدمی جب ان کے ہاں سے رخصت ہوا تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، وہ میری حاجت کے بارے میں غور کرتے نہ میری طرف التفات فرماتے تھے حتی کہ آپ نے ان سے میری سفارش کر دی۔ تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

واللہ ما کلمته، ولکنی شهدت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأتاه ضرير، فشکی إليه ذهاب بصره، فقال له النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فتصبر؟ فقال: يارسول الله! ليس لی قائد وقد شقّ عليّ، فقال له النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ائت الميضأة فتوضأ ثم صل رکعتين ثم ادع بهذه الدعوات. قال ابن حنيف: فواللہ ما تفرقنا، وطال بنا الحديث حتی دخل علينا الرجل کأنه لم يکن به ضر قط۔[1]

’’بخدا! میں نے ان سے کوئی سفارش نہیں کی۔ بلکہ (واقعہ یوں ہے کہ) ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۳۱، رقم: ۸۳۱۱
۲۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۱۸۳، ۱۸۴

اندھا آدمی آیا اور آپ ﷺ سے اپنی بینائی کے ختم ہونے کا شکوہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تو صبر کر۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا کوئی خادم نہیں ہے اور مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوٹا لے کر آؤ اور وضو کرو۔ پھر دو رکعت پڑھ کر ان دعائیہ کلمات سے دعا کرو۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم لوگ ابھی نہ تو مجلس سے دور ہوئے اور نہ ہی ہمارے درمیان لمبی گفتگو ہوئی حتی کہ وہ آدمی ہمارے پاس (اس حالت میں) آیا کہ گویا اسے اندھا پن تھا ہی نہیں۔‘‘

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو وہ دعا سکھائی جس میں حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے ذریعہ استغاثہ و ندا اور وسیلہ بنانے کا ذکر ہے۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اس آدمی نے یہ گمان کیا کہ شاید عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں امیر المؤمنین سے سفارش کی ہے جس کی وجہ سے اس کی ضرورت پوری ہوئی ہے اس لئے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جلدی سے اس کے گمان کی نفی کر دی اور اس کو وہ حدیث سنائی جو نبی ﷺ سے سنی تھی اور اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا تاکہ ثابت ہوجائے کہ اس کی حاجت نبی ﷺ کو وسیلہ بنانے اور آپ ﷺ کو نداء اور آپ ﷺ سے استغاثہ کی وجہ سے پوری ہوئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قسم کھا کر اسے یقین دہانی کروائی کہ انہوں نے امیر المؤمنین سے اس بارے میں کوئی سفارش نہیں کی بلکہ یہ سب کچھ وسیلۂ رسول ﷺ کی برکت سے ہوا ہے۔

شیخ ابنِ تیمیہ کی تائید

شیخ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) نے ابن ابی الدنیا کی کتاب ’’**مجابو الدعوۃ**‘‘ سے اس حدیثِ مبارکہ کے بارے میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص عبد الملک بن سعید بن ابجر کے پاس آیا۔ عبد الملک نے اس کے پیٹ کو دبایا اور کہا کہ تمہیں ایک لا علاج بیماری ہے۔ اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ عبد الملک نے کہا: **دبیلہ** (بڑا پھوڑا) ہے جو

پیٹ کے اندر نکلتا ہے اور اکثر مریض کو ہلاک کر دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص واپس ہوا اور پھر اس نے کہا:

اللہ! اللہ ربّی، لا أشرک به شیئًا، اللّهم! إنی أتوجّه إلیک بنبیّک محمد نبیّ الرحمة ﷺ تسلیمًا، یا محمد إنی أتوجّه بک إلی ربّک وربّی یرحمنی مما بي.

’’اللہ! اللہ! اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی محمد نبیٔ رحمت ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ (وہ) میری بیماری میں مجھ پر رحم فرمائیں۔‘‘

کہتے ہیں کہ عبد الملک نے اس کے بعد اس کے پیٹ کو دبایا اور کہا کہ تم ٹھیک ہوگئے ہو، تمہیں کوئی بیماری نہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اپنی کتاب میں اس پورے واقعے کا ذکر کرنے کے بعد سلف صالحین کے معمول کے بارے میں لکھتے ہیں:

قلت: فهذا الدعاء ونحوه قد روی أنه دعا به السلف۔[(۱)]

’’میں کہتا ہوں کہ یہ اور اس جیسی دیگر دعائیں سلف سے منقول ہیں۔‘‘

(۶) روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل

روزِ قیامت جملہ ذریتِ آدم اس دن کی گرمی و تپش سے تنگ آ کر سارے انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ ہر کوئی یہی کہے گا: إذهبوا إلی غیری ’’(آج کے روز) میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔‘‘ بالآخر ساری انسانیت شافعِ روزِ محشر حضور نبی

(۱) ابن تیمیة، قاعدة جلیلة فی التوسل والوسلیة: ۹۱

اکرم ﷺ کے درِ اقدس پر آ جائے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے متفق علیہ روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ. فَيَأْتُوْنَ آدَمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّکَ، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيْمَ فَإِنَّهُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ. فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسَى فَإِنَّهُ كَلِيْمُ اللهِ. فَيَأْتُوْنَ مُوْسَى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسَى فَإِنَّهُ رُوْحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ. فَيَأْتُوْنَ عِيْسَى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ ﷺ.

فَيَأْتُوْنَنِي فَأَقُوْلُ: أَنَا لَهَا، فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي، فَيُؤْذَنُ لِي، وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ، وَ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا. فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! إِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ لَکَ، وَ سَلْ تُعْطَ، وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ: إِنْطَلِقْ، فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ. ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! إِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ لَکَ، وَ سَلْ تُعْطَ، وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ: إِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَنْطَلِقُ، فَأَفْعَلُ. ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! إِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ لَکَ، وَ سَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُوْلُ:

إِنْطَلِقُ، فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ. ......

قَالَ: ثُمَّ أَعُوْدُ الرَّابِعَةَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! إِرْفَعْ رَأْسَكَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ، وَ سَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! إِئْذَنْ لِي فِيْمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَيَقُوْلُ: وَ عِزَّتِي وَجَلَالِي، وَ كِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي: لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. (۱)

’’جب قیامت کا دن ہوگا لوگ گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گے۔ سب سے پہلے وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: آپ (ہمارے لیے) اپنے رب کی بارگاہ میں سفارش کریں۔ وہ فرمائیں گے کہ آج یہ منصب میرا نہیں، البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ، وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے، وہ بھی فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں، البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ اس لیے کہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور وہ بھی فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں، البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ، وہ روح اللہ ہیں اور اس کا کلمہ ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ بھی یہی فرمائیں گے: آج یہ میرا منصب نہیں، البتہ تم حبیبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ ساری انسانیت میرے پاس آجائے گی۔ میں کہوں گا: ہاں اس منصبِ شفاعت کا اہل (آج) میں ہی ہوں۔ میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے

(۱) بخاري، الصحيح، كتاب التوحيد، باب كلام الرب عزوجل يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم، ۶: ۲۷۲۷، رقم: ۷۰۷۲

گی۔ مجھے اس وقت محامد (حمدوں) کا الہام کیا جائے گا جس کے ذریعے میں اللہ کی حمد و ثنا کروں گا جنہیں میں اس وقت بیان نہیں کرسکتا۔ (غرضیکہ) میں ان محامد کے ساتھ رب کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس مجھے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سرِ انور اٹھایئے، بولیے آپ کی بات سنی جائے گی، اور مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت۔ پس حکم ہوگا کہ جایئے اور جہنم سے اسے نکال لیجیے جس کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہے۔ پس میں جاکر ایسا ہی کروں گا (اور ایسے تمام افراد کو جہنم سے نکال لاؤں گا)۔ پھر واپس آکر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: محمد! اپنا سر اٹھایئے اور فرمایئے سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت۔ پس فرمایا جائے گا کہ جایئے اور جہنم سے اسے بھی نکال لیجیے جس کے دل میں ذرہ برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہے پس میں جاکر ایسا ہی کروں گا۔ پھر واپس آکر ان ہی محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور بیان کیجئے سنا جائے گا، اور سوال کیجئے عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: یا رب! میری اُمت، میری اُمت۔ پس فرمایا جائے گا کہ جایئے اسے بھی جہنم سے نکال لیجیے جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم، بہت کم اور بہت ہی کم ایمان ہے، پس ایسے شخص کو بھی جہنم کی آگ سے نکال لیجیے۔ چنانچہ میں جاکر ایسا ہی کروں گا۔ ......

’’پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں چوتھی مرتبہ پھر واپس لوٹوں گا اور اسی طرح حمد کروں گا، پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پھر فرمایا جائے گا: اے محمد! اپنا سرِ انور اٹھایئے اور بیان کیجیے سنا جائے گا، سوال کیجیے عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس وقت میں عرض کروں گا: اے رب! مجھے اس شخص کو جہنم سے نکالنے کی اجازت دیجیے جس نے (ایک مرتبہ بھی صدق دل سے) کلمہ طیبہ پڑھ لیا ہے۔ باری تعالیٰ فرمائے گا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی! اپنے جلال کی! اپنی کبریائی و عظمت کی! میں ضرور دوزخ سے اسے بھی آزاد کروں گا جس نے لا إله إلا الله کہا ہے۔‘‘

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ میدانِ حشر میں حساب و کتاب کا سلسلہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اللہ کی بارگاہ میں خصوصی حمد و ثناء اور التجاء و دعا کے وسیلہ سے ہی شروع ہوگا اور سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے امتِ مصطفوی کا حساب و کتاب شروع ہوگا تاکہ یہ حشر کی گرمی میں زیادہ دیر مبتلا نہ رہے۔

(۷) حضور ﷺ کی نسبت سے آپ ﷺ کے چچا کا توسّل

صحیح بخاری کی کتاب فضائل الصحابة میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاستسقاء، باب سُؤَالِ النَّاسِ الإمام الاستسقاء إِذا قَحَطُوا، ۱: ۳۴۲، رقم: ۹۶۴

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب ذکر العَبَّاسِ بنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ رضی اللہ عنہما، ۳: ۱۳۶۰، رقم: ۳۵۰۷

''جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے کرتے ہوئے کہتے: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے تو، تُو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ راوی نے کہا: پھر ان پر (اس دعا کی بدولت) بارش برسائی جاتی۔''

مستدرک امام حاکم میں یہی روایت بعض الفاظ کے تغیر کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

اِسْتَسْقَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَامَ الرَّمَادَةِ بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَمُّ نَبِيِّكَ الْعَبَّاسُ نَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِهِ فَاسْقِنَا فَمَا بَرِحُوا حَتَّى سَقَاهُمُ اللهُ. قَالَ: فَخَطَبَ عُمَرُ النَّاسَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَرَى لِلْعَبَّاسِ مَا يَرَى الْوَلَدُ لِوَالِدِهِ يُعَظِّمُهُ وَيُفَخِّمُهُ وَيَبِرُّ قَسَمَهُ، فَاقْتَدُوا أَيُّهَا النَّاسُ بِرَسُولِ اللهِ فِي عَمِّهِ الْعَبَّاسِ وَاتَّخِذُوهُ وَسِيلَةً إِلَى اللهِ عزوجل فِيمَا نَزَلَ بِكُمْ۔(۱)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عام الرمادۃ (قحط و ہلاکت کے سال) میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا اور اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگی پھر لوگوں سے خطبہ ارشاد فرمایا: لوگو! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ویسا ہی مقام و حیثیت دیتے تھے جیسے بیٹا اپنے باپ کو مقام و حیثیت دیتا ہے (یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بمنزلہ والد سمجھتے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تعظیم و توقیر کرتے اور ان کی قسموں کو پورا کرتے تھے۔

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۳۷۷، رقم: ۵۴۳۸
۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۲:۴۹۷

لوگو! تم بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرو اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ تاکہ وہ تم پر (بارش) برسائے۔‘‘

مذکورہ دونوں احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ غیر نبی کا توسل بھی جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے بارش کی دعا کا جواز تو لوگوں کو معلوم ہی تھا، جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ **إِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا** ’’شاہد ہیں۔ یاد رکھیں کہ ’’**کُنَّا**‘‘ فعل مضارع ’’**نَتَوَسَّلُ**‘‘ پر داخل ہوکر ماضی استمراری کا فائدہ دے رہا ہے۔ جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی حیاتِ ظاہری یا بعد از وصال حیاتِ مبارکہ سے مقید نہیں کیا جو اس عقیدہ کی غماز ہے کہ سب لوگ (صحابہ اور تابعین) زمانہ رسالت سے لے کر عہدِ فاروقی تک اپنی دعاؤں اور التجاؤں میں حضور علیہ السلام کو وسیلہ بناتے رہے۔ حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانے کے بعد اس بات کا امکان تھا کہ شاید بعض لوگ یہ سوچیں کہ غیر نبی سے توسل جائز نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کر کے اس کا جواز ثابت کر دیا کیونکہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وسیلے سے دعا کرتے تو لوگ یہ سمجھتے کہ غیر نبی سے اس کا جواز ثابت نہیں۔ اس موقف کی توثیق و تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت سے ہو رہی ہے جس میں انہوں نے پہلے حضور علیہ السلام کی نگاہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا عالی مقام و مرتبہ بیان کیا، پھر بعد میں لوگوں کو انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ بنانے کی تلقین فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ عملِ توسل کی حجیت اور شرعی حیثیت کا اندازہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں درج ذیل فرامین سے آسانی سے ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔(۱)

''بیشک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا ہے۔''

۲۔ عمر معی وأنا معہ والحق بعدی مع عمر حیث کان۔(۲)

''عمر میرے ساتھ اور میں عمر کے ساتھ ہوں اور حق میرے بعد عمر کے ساتھ ہوگا جہاں وہ ہوں گے۔''

۳۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔(۳)

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔''

۴۔ اقتدوا بالذین من بعدی أبی بکر وعمر فإنّھما حبل اللہ الممدود من تمسک بھما فقد تمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا۔(۴)

''میرے بعد ابوبکر وعمر دونوں کی اقتداء کرو۔ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسّی ہیں۔ جس نے ان دونوں کو پکڑا اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جو کبھی کھل نہیں سکتی۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ اِرشادات سے یہ اَمر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے

(۱) ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۵: ۶۱۷، رقم: ۳۶۸۲

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۸۰، رقم: ۷۱۸

(۳) ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۵: ۶۱۹، رقم: ۳۶۸۶

(۴) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۵۳

کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ عملِ توسل نہ صرف جائز اور مشروع ہے بلکہ اُمت کے لیے حجت بھی ہے۔ معترضین و منکرین کو اسے شرک و بدعت کہنے سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قائلینِ توسل کا یہ عقیدہ ہے کہ تاثیر، تخلیق، ایجاد، اعدام اور نفع وضرر کا مالک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے علاوہ کسی اور زندہ یا وفات یافتہ کو بالذات مفید یا مضر ماننا ہمارے نزدیک شرک ہے۔ مقصودِ توسل صرف یہ ہے کہ چونکہ وہ محبوبانِ خدا ہیں اس لیے اپنی دعاؤں کو **اَقرب اِلی الإجابت** بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور ان کا وسیلہ پیش کیا جائے تاکہ دعاؤں کی قبولیت کی اُمید بڑھ جائے۔

(۸) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اَلفاظ جِئتُ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ سے اِستدلال

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے درج ذیل الفاظ سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بوقتِ ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اِلتجائیں کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حاکمِ مدینہ مروان بن حکم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے دیکھا تو کہا: تو یہ کیا کر رہا ہے؟ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایمان افروز جواب دیا۔ ’’مسندِ احمد‘‘ کے الفاظ ملاحظہ کریں:

عن داود بن أبی صالح قال: أقبل مروان یوماً فوجد رجلاً واضعاً وجهه علی القبر، فقال: أتدری ما تصنع؟ فأقبل علیه فإذا هو أبو أیوب رضی الله عنه، فقال: نعم، جئت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و لم آت الحجر، سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول: لا تبکوا علی الدّین إذا ولیه أهله،

ولكن ابكوا عليه إذا وليه غير أهله۔[1]

’’حضرت داؤد بن صالح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مروان نے آ کر دیکھا کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے تو اس (مروان) نے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا، دیکھا تو وہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ (جواب میں) انہوں نے فرمایا: ہاں (میں جانتا ہوں)، **میں رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **کے پاس آیا ہوں اور کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔** میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: دین پر اس وقت مت روؤ جب اس کا ولی اس کا اہل ہو، ہاں دین پر اس وقت روؤ جب اس کا ولی نا اہل ہو۔‘‘

اہلِ سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مردہ سنتا ہے، احساس و شعور بھی رکھتا ہے، زندہ کی نیکی اور بھلائی سے اسے فائدہ بھی پہنچتا ہے اور ان کی برائی پر وہ پریشان ہوتا ہے۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ یہ عقیدہ ایک عام انسان کے حوالے سے ثابت شدہ ہے۔ جبکہ عامۃ المؤمنین اور پھر سید البشر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوق میں سے افضل ترین مخلوق ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی حیات کی کیا شان ہوگی؟ متعدد ثقہ روایات سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت شدہ امر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہیں، سلام کا جواب دیتے ہیں،

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۲۲، رقم: ۲۳۶۳۳

۲۔ حاکم، المستدرك على الصحيحين، ۴: ۵۱۵

۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۴: ۱۵۸، رقم: ۳۹۹۹

امام احمد بن حنبل کی بیان کردہ روایت کی اسناد صحیح ہے۔ امام حاکم نے اسے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اُمت کے اعمال و احوال آپ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں تو آپ ﷺ اُمت کی برائیوں پر استغفار فرماتے ہیں جبکہ ان کے نیک اعمال پر اللہ جل مجدہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

www.MinhajBooks.com

فصل چہارُم

عقیدۂ توسُّل

﴿ائمہ و محدّثین کی نظر میں﴾

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

عقیدۂ توسُّل کے حوالے سے یہ اَمر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ جمہور اہلِ اسلام کا قرونِ اُولیٰ سے ہی اس بات پر اِجماع رہا ہے کہ اعمالِ صالحہ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات اور تلاوتِ قرآن وغیرہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ البتہ توسُّل بالنبی ﷺ، توسُّل بالصالحین، توسُّل بالاولیاء اور توسُّل بالآثار کا بعض لوگ اِنکار کرتے ہیں جبکہ جمہور اہلِ اسلام اعمالِ خیر کی طرح ذوات و اشخاص سے بھی توسُّل کے جواز کے قائل رہے ہیں۔ عنوانِ بالا کے حوالے سے راقم کی الگ کتاب شائع ہو چکی ہے تاہم موضوع کی مناسبت سے ذیل میں چنداَ کابر اَئمہ و محدّثین اور مستند علماء کے حوالہ جات دیئے جا رہے ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور اولیاء و صالحین کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدسیہ میں وسیلہ بنانا جمہور امت کا عقیدہ رہا ہے اور اِن شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت رہے گا۔

۱۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)

خیر القرون کے اس عظیم اِمام، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنانا نہ صرف درست ہے بلکہ آپ ﷺ سے اِستمداد کرنا بھی جائز اور مشروع ہے انہوں نے اپنے شہرہ آفاق نعتیہ منظوم کلام ''قصیدۃ النعمان (ص: ۲۰۰)'' میں صراحت کے ساتھ حضور تاجدارِ کائنات ﷺ سے توسل و اِستمداد کیا ہے جس کا ایک مصرع یوں ہے:

لَم یَکُن لِأبِي حَنِیفَةَ فی الأنامِ سِوَاکَ

(یا رسول اللہ! (میں آپ کے جود و عطا کا امیدوار ہوں اور) مخلوق میں ابوحنیفہ

کے لیے آپ کے سوا کوئی نہیں۔)

۲۔ امام مالک (م ۱۷۹ھ)

امام مالک فقہاءِ اَربعہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کے حوالے سے صحیح سند کے ساتھ ایک واقعہ قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) نے الشفا میں، علامہ سبکی نے ''شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام'' میں، علامہ سمہودی نے ''خلاصة الوفاء'' میں، امام قسطلانی نے المواهب اللدنية میں ،ابنِ جماع نے هداية السالک میں اور ابنِ حجر ہیتمی مکی نے الجوهر المنظم میں روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ابوجعفر منصور (م ۱۵۸ھ) مدینہ منورہ آیا اور امام مالک سے دریافت کیا کہ میں زیارتِ قبرِ نبوی کے وقت دعا کرتے ہوئے اپنا رخ کعبہ کی طرف کروں یا حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف؟ امام مالک نے جواب دیا:

ولِمَ تصرفُ وجهک عنه، وهو وسيلتک ووسيلة أبيک آدم عليه السلام إِلی الله تعالی يوم القيامة؟ بل استقبله واستشفع به، فيشفّعک الله، قال الله تعالی: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾(۱)

''(اے امیر!) تو حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب سے منہ کیوں پھیرتا ہے حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جدِّ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روزِ قیامت وسیلہ ہیں؟ بلکہ تو آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہو، اور آپ ﷺ کی شفاعت کا طالب ہو کہ آپ ﷺ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے تیری شفاعت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر

(۱) قاضی عیاض، الشفا بتعريف حقوق المصطفی، ۲: ۵۹۶

ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتےo‘‘

۳۔ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ)

علامہ ابنِ حجر ہیتمی نے اپنی تصنیف لطیف ’’الصواعق المحرقة علی أهل الرفض و الضلال و الزندقة (ص: ۱۸۰)‘‘ میں امام شافعیؒ کا وہ شعر بھی نقل کیا ہے جس میں آپ نے اہلِ بیتِ نبوی کو وسیلہ بنایا ہے۔

شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) ’’أشعة اللمعات شرح مشکاة المصابیح (۲: ۹۲۳)‘‘ میں حضرت موسیٰ کاظمؒ کی قبرِ انور کے حوالے سے امام شافعیؒ کا درج ذیل قول نقل کرتے ہیں:

’’حضرت موسی کاظمؒ کی قبرِ انور قبولیتِ دعا کے لیے تریاقِ مجرّب ہے۔‘‘

۴۔ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ (م ۱۳۵۰ھ) نے ’’شواهد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق (ص: ۱۶۶)‘‘ میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل، امام شافعی کو وسیلہ بناتے تھے۔

اِمام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’شام میں چالیس مرد اَبدال ہمیشہ موجود رہیں گے جن کے وسیلہ و برکت سے بارشیں برستی ہیں، دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور شام والوں سے عذاب دور ہوتا ہے۔‘‘(۱)

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۲

۵۔ علامہ ابنِ جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ)

علامہ ابنِ جریر طبری نے آیتِ مبارکہ ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (۱) کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ’’یہودی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے۔‘‘ (۲)

۶۔ امام ابومنصور محمد بن محمود ماتریدیؒ (م ۳۳۳ھ)

امام ابومنصور ماتریدیؒ فقہ حنفی کے علاوہ علم الکلام اور علم الأصول کے بھی امام تھے۔ آپ نے آیت ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ (۳) کی تفسیر میں بیان کیا ہے: ’’بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل یہود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے اللہ عزوجل سے مدد طلب کرتے۔‘‘ (۴)

۷۔ امام طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ)

امام طبرانیؒ نے ’’المعجم الأوسط (۶: ۳۱۳، ۳۱۴، رقم: ۶۵۰۲)‘‘ میں بہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے مغفرت طلب کرنا بیان کیا ہے۔

(۱) البقرة، ۲: ۸۹

(۲) طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱: ۳۲۵

(۳) البقرة، ۲: ۸۹

(۴) ماتریدی، تأویلات أهل السنة، ۱: ۷۰

۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ)

امام بیہقیؒ نے ’’دلائل النبوۃ (۵: ۴۸۹)‘‘ میں حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے مغفرت طلب کرنا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی نقل کی ہے۔(۱) علاوہ ازیں اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۷ پر اور السنن الکبریٰ میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔(۲)

۹۔ علامہ عبد الرحمٰن ابنِ جوزیؒ (م ۵۹۷ھ)

علامہ عبد الرحمٰن ابنِ جوزیؒ نے الوفاء بأحوال المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے باب میں حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسُّل کرنا بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ ابنِ جوزیؒ نے یہود کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے فتح طلب کرنے والی روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔(۳)

۱۰۔ امام فخر الدین رازیؒ (م ۶۰۶ھ)

اِمام فخر الدین رازیؒ آیۂ کریمہ ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾(۴) کی تفسیر میں یہود کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے مدد و نصرت طلب کرنا بیان کیا ہے۔(۵)

---

(۱) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۶: ۱۶۶، ۱۶۷

(۲) بیہقی، السنن الکبری، ۳: ۳۵۲

(۳) ابن جوزی، الوفاء بأحوال المصطفیٰ، ۱: ۴۴

(۴) البقرۃ، ۲: ۸۹

(۵) رازی، التفسیر الکبیر، ۳: ۱۸۰

۱۱۔ امام قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ)

امام قرطبیؒ نے الجامع لأحكام القرآن میں سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۴ ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًاo﴾ کی تفسیر میں توسُّل کا ذکر کرتے ہوئے ایک اعرابی کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں اس نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

قد ظلمت نفسي وجئتك تستغفر لي۔

’’میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور میں آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں کہ آپ اللہ سے میرے لیے مغفرت طلب کریں۔‘‘

اِس پر اُسے قبرِ مبارک سے ندا دی گئی:

انه قد غفر لك۔(۱)

’’بے شک تجھے بخش دیا گیا ہے۔‘‘

۱۲۔ اِمام ابو زکریا محی الدین بن شرف النوویؒ (م ۶۷۶ھ)

اِمام نوویؒ نے ’’المجموع (۸: ۲۰۲)‘‘ میں توسل بالنبی ﷺ اور آپ ﷺ کی قبرِ مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اِستشفاع کے جواز پر عتبیؒ کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اِمام نوویؒ ’’كتاب الأذكار‘‘ کے باب الأذكار في الاستسقاء میں ذات کے توسل کے جواز پر اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے ایسا آدمی ہو جس کا زہد و تقویٰ مشہور ہے تو اس کی ذات کے وسیلہ سے بارش طلب کیا کرو اور

(۱) قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۵: ۲۶۵

یوں دعا مانگا کرو:

’’اے اللہ! ہم تیرے فلاں مقبول بندہ کے وسیلہ سے بارش اور شفاعت طلب کرتے ہیں جس طرح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب فرمائی اور امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت معاویہ اور دیگر اہلِ خیر وتقویٰ کے وسیلہ سے بارش کرنا ثابت ہے۔‘‘(۱)

۱۳۔ امام عبد اللہ بن محمود النسفیؒ (م ۷۱۰ھ)

امام ابو البرکات عبد اللہ بن محمود النسفیؒ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں احناف کے معروف فقیہ اور مفسر گزرے ہیں۔ آپ تفسیر ’’مدارک التنزیل وحقائق التأویل‘‘ کے علاوہ ’’منار الأنوار‘‘ اور ’’کنز الدقائق‘‘ جیسی علمی وفنی کتب کے مصنف بھی ہیں۔ آپ اپنی تفسیر میں سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۸۹ ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِه﴾ کے تحت یہود کا آپ ﷺ سے توسل کرنے کے حوالے سے لکھتے ہیں: ’’یہود جب اپنے دشمنوں سے لڑتے تو آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور فتح یابی کی دعا کرتے تھے۔‘‘(۲)

۱۴۔ شیخ ابنِ تیمیہ (م ۷۲۸ھ)

شیخ ابنِ تیمیہ نے مسئلہ توسل پر اپنی کتاب ’’قاعدة جليلة في التوسُّل والوسيلة‘‘ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اِرشاد يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ(۳) کے تحت کلام کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا صرف حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان اور

(۱) نووی، کتاب الأذکار: ۱۴۰

(۲) نسفی، مدارك التنزيل وحقائق التأويل، ۱: ۱۰

(۳) المائدة، ۵: ۳۵

آپ ﷺ کی اتباع کی وجہ سے ہے۔ آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ پر ایمان کی وجہ سے یہ وسیلہ ہر اُمتی پر ہر حال میں ظاہراً و باطناً، آپ ﷺ کی حیات میں اور وفات کے بعد، موجودگی و غیوبت میں فرض ہے۔ حجت قائم ہونے کے بعد کسی بھی حال میں کسی بھی اُمتی سے آپ ﷺ پر ایمان و اطاعت کی وجہ اور کسی بھی عذر کی وجہ سے توسل ساقط نہیں ہوتا۔ اللہ ﷻ کی رحمت تک پہنچنے کے لئے اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے صرف اور صرف آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت کو وسیلہ بنانے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں۔‘‘(۱)

ایک مرتبہ شیخ ابنِ تیمیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا حضور نبی اکرم ﷺ سے توسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا:

الحمد لله! أما التوسّل بالإيمان به ﷺ ومحبته وطاعته والصّلاة والسّلام عليه و بدعائه و شفاعته ونحو ذلک مما هو من أفعاله وأفعال العباد المأمور بها في حقه فهو مشروع باتّفاق المسلمين۔(۲)

’’الحمد للہ! حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان، آپ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت، آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام، آپ ﷺ کی دعا و شفاعت اور اسی طرح آپ ﷺ کے افعال اور حضور نبی اکرم ﷺ کے حق میں بندوں کے وہ احکام جو ان پر واجب قرار دیے گئے ہیں، کو وسیلہ بنانا تمام مسلمانوں کے اتفاق سے مشروع ہے (جس پر کسی کا بھی اختلاف نہیں)۔‘‘

(۱) ابن تيمية، قاعدة جليلة فی التوسُّل والوسيلة: ۵، ٦

(۲) ابن تيمية، الفتاوی الکبرٰی، ۱: ۱۴۰

شیخ ابنِ تیمیہ مزید لکھتے ہیں:

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسُّل کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ مبارک کے بعد انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی توسُّل کیا جس طرح وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسُّل کیا کرتے تھے۔‘‘(۱)

۱۵۔ علامہ تقی الدین سبکیؒ (م ۷۵۶ھ)

علامہ تقی الدین سبکیؒ نے ’’شفاء السقام فی زیارة خیر الأنام‘‘ میں بالتفصیل توسُّل کے جواز پر بحث کی ہے۔(۲)

۱۶۔ حافظ عماد الدین ابنِ کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)

۱۔ اِمام ابنِ کثیرؒ نے ’’تفسیر القرآن العظیم‘‘ میں سورة النساء کی آیت: ۶۴ ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّاباً رَّحِيماً﴾ کی تفسیر میں مسئلہ توسُّل کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے عتبی کی اُس روایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا جس میں ایک اعرابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک پر شفاعت کی درخواست لے کر آیا تھا۔ حافظ ابنِ کثیرؒ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطا کاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی عرض کرنا چاہیے کہ آپ ہمارے لئے دعا کیجیے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً

(۱) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، ۱: ۱۴۰

(۲) سبکی، شفاء السقام في زيارة خير الأنام: ۱۶۱

اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرمائے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔(۱)

۲۔ امام ابنِ کثیرؒ نے ’’البدایة والنهایة‘‘ میں حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اور اس روایت پر موضوع ہونے کا کوئی حکم نہیں لگایا۔(۲)

۳۔ انہوں نے ’’البدایة والنهایة‘‘ میں اس آدمی کا واقعہ بھی بیان کیا ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مبارک پر آ کر بارش کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بناتا ہے۔ اور اس روایت کو صحیح کہا ہے۔(۳)

۴۔ اس کے علاوہ اسی کتاب میں انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جنگِ یمامہ میں مسلمانوں کا جنگی نعرہ ’’**یا محمداه** (اے محمد! مدد فرمائیے)‘‘ تھا۔(۴)

۱۷۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ)

امام ابنِ حجر عسقلانیؒ نے ’’الإصابة فی تمییز الصحابة (۳: ۴۸۴)‘‘ اور ’’فتح الباری بشرح صحیح البخاری‘‘ میں اس شخص کا واقعہ ذکر کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور پر توسُّل کے لیے حاضر ہوا۔ حدیثِ عمر رضی اللہ عنہ – اللّٰهمَّ إنَّا کنّا نتوسَّلُ إلیک بنبیّنا فتسقِینا، وَإنَّا نتوسَّلُ إلیک بعَمِّ نبیِّنا فاسقِنا. قال: فیُسقَونَ(۵) – کے ذیل

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۱۹

(۲) ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۱: ۱۳۱

(۳) ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۵: ۱۶۷

(۴) ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۵: ۳۰

(۵) بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب ذکر عباس بن عبدالمطلب، ۳: ۱۳۶۰، رقم: ۳۵۰۷

میں امام بیہقی کے حوالے سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جاء رجل أعرابي إلی النّبي ﷺ فقال: یا رسول اللہ! أتیناک وما لنا بعیر یئط، ولا صبي یغط. ثم أنشدہ شعرًا یقول فیه:

ولیس لنا إلا إلیک فرارنا
وأین فرار الناس إلا إلی الرسل[۱]

’’ایک اعرابی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے درآنحالیکہ نہ ہمارے پاس کوئی اُونٹ تھا جو دوڑتا ہوا آتا اور نہ کوئی بچہ تھا جو بلبلاتا ہوا آتا۔ پھر اُس نے یہ شعر پڑھا:

(ہماری آپ کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں اور (ہدایت کے طالب) لوگ انبیاء کے علاوہ بھاگ کر کہاں جاسکتے ہیں۔)

۱۸۔ علامہ بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ)

علامہ بدر الدین عینیؒ نے ’’عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۷: ۳۰)‘‘ میں حضرت ابو طالب کے قصیدہ لامیہ کے اس شعر

وأبیضُ یُستَسقَی الغمامُ بوجهِهِ
ثِمالُ الیَتامیٰ عِصمةٌ لِلأرامِلِ

(وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے، جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔)

کی تشریح کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ سے توسل کا جواز ثابت کیا ہے۔

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ۲: ۴۹۵، ۴۹۶

۱۹۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)

علامہ سیوطیؒ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل والی روایت ’’الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور (۱:۵۸)‘‘ اور ’’الخصائص الکبریٰ (۱:۶)‘‘ کے علاوہ ’’الریاض الانیقة فی شرح أسماء خیر الخلیقة‘‘ میں بھی بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ امام بیہقیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸۹ ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ کی تفسیر کے ذیل میں یہود کا آپ ﷺ کے وسیلہ سے اپنے دشمنوں پر فتح یابی کی دعا کرنا بھی بیان کیا ہے۔[1]

۲۰۔ اِمام اَحمد بن محمد شہاب الدین القسطلانیؒ (م ۹۱۱ھ)

علامہ قسطلانیؒ نے ’’المواهب اللدنية بالمنح المحمدية (۲:۲۶۷)‘‘ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ’’انبیاء کرام، اَولیاء اللہ اور مقربین کی برکت سے بارانِ رحمت ہوتی ہے اور مسلمانوں کو فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔‘‘

۲۱۔ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ)

ملا علی قاریؒ نے ’’الحرز الثّمين (ص: ۱۷۶)‘‘ میں توسُّل کے جواز پر تفصیلاً لکھا ہے۔ وہ ’’مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح‘‘ میں مسند احمد بن حنبل کی روایت - الأبدال يكونون بالشّام[2] - کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أی ببركتهم أو بسبب وجودهم فيما بهم يدفع البلاء عَنْ

(۱) سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۱:۲۱۷

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۱۲

هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔ (۱)

’’ابدال کی برکت یا ان کے وجودِ مسعود کے سبب - جس علاقہ میں وہ ہوتے ہیں - اُمتِ محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔‘‘

۲۲۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ (م ۱۱۷۴ھ)

محدّثِ ہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ان اکابر اولیاء اور اسلاف میں سے ہیں جو اپنی خداداد بصیرت و معرفت کے باعث بہت سے باطنی حقائق کو نہ صرف بچشمِ سر دیکھتے تھے بلکہ انہیں اِعلانیہ بیان بھی کر دیتے تھے۔ آپ نے اپنے مشاہدات پر مشتمل ’’فیوض الحرمین‘‘ کے نام سے جو بے مثال کتاب تصنیف کی ہے، اس میں توسّل و استمداد پر مشتمل کئی مکاشفات اور روایات کے ذریعہ اپنا عقیدہ بیان کیا ہے۔ (۲)

۲۳۔ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ)

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ اُن اَجل علماء میں سے ہیں جنہیں تمام مکاتبِ فکر اپنے اکابرین میں تسلیم کرتے ہیں۔ آپ نے آیت کریمہ ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ (۳) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ’’یہود حضور ﷺ کی آمد سے قبل اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے لیے آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں اِلتجاء کرتے تھے۔‘‘ (۴)

(۱) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ۱: ۴۶۰

(۲) شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین: ۸۲

(۳) البقرہ، ۲: ۸۹

(۴) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، تفسیر عزیزی: ۳۲۹

۲۴۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی (م ۱۲۴۶ھ)

شاہ اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب ’’صراط مستقیم‘‘ میں شیخ اور مرشد کو اللہ تعالیٰ تک رسائی کا وسیلہ اور ذریعہ قرار دیا ہے۔ وہ آیت ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾[1] کے تحت وسیلہ سے مراد مرشد کی رہنمائی لیتے ہیں۔[2]

۲۵۔ علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ)

قاضی شوکانی نے اپنی کتاب تحفة الذاکرین میں حدیثِ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور حدیثِ اِستسقاء سے حضور ﷺ اور صالحین کو وسیلہ بنائے جانے پر اِستدلال کیا ہے۔[3] علامہ شوکانی حضور نبی اکرم ﷺ سے آپ ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد دونوں حالتوں میں توسُّل کو جائز قرار دیتے ہیں۔[4]

۲۶۔ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ (م ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ان اکابر علماء اور فقہاء میں سے ہیں جن کی ذہانت و فطانت اور فقہی مہارت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ’’رد المحتار علی الدر المختار‘‘ ان کا عظیم علمی و تحقیقی کارنامہ ہے جس میں غوّاصی، تبحر علمی اور تحقیقی بصیرت کی متقاضی ہے۔ جب علامہ شامی نے اتنے بڑے علمی و فقہی کام کی تکمیل کا ارادہ کیا تو اپنی دماغی قابلیت اور صلاحیت پر بھروسہ کرنے کی بجائے بارگاہِ ایزدی میں حضور تاجدار کائنات ﷺ، مقربینِ اِلٰہی اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کا وسیلہ پیش کیا۔[5]

---

(۱) المائدة، ۵: ۳۵

(۲) اسمعیل دہلوی، صراطِ مستقیم: ۵۸

(۳) شوکانی، تحفة الذاکرین: ۳۷

(۴) شوکانی، الدر النضید في إخلاص کلمة التوحید: ۶

(۵) ابن عابدین شامی، رد المحتار علی الدر المختار، ۱: ۴

۲۷۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی (م ۱۳۰۷ھ)

نواب وحید الزمان توسل بالنبی ﷺ کے شرک نہ ہونے کی دلیل دیتے ہوئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ علامہ بھوپالی یا سیدی یا عروتی و وسیلتي کے الفاظ سے حضور نبی اکرم ﷺ سے توسل کرتے تھے۔[۱]

نواب صدیق حسن خان بھوپالی حدیثِ ربیعہ بن کعب - فقال لي: سل، فقلت: أسئلک مرافقتک فی الجنة ...... الخ[۲] - کی شرح کرتے ہوئے ''مسک الختام شرح بلوغ المرام'' میں لکھتے ہیں:

''(اس حدیث میں) مطلقاً فرمایا کہ مانگو اور کسی خاص مقصد کی تعیین نہیں فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام حضور نبی اکرم ﷺ کے دستِ اقدس اور آپ ﷺ کی ہمتِ کرم سے وابستہ ہیں، جو کچھ چاہیں اور جسے چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔''[۳]

۲۸۔ علامہ وحید الزمان (م ۱۳۲۷ھ)

معروف غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان نے ''هدیة المهدی من فقه المحمدی'' میں توسل بعد از وصال جائز قرار دیا ہے۔[۴]

---

(۱) وحید الزمان، حاشیة هدیة المهدی: ۲۰

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الصّلاة، باب فضل السجود والحث علیها، ۱: ۳۵۳، رقم: ۴۸۹

(۳) بھوپالی، مسك الختام شرح بلوغ المرام، ۱: ۲۸۶

(۴) وحید الزمان، هدیة المهدی من فقه المحمدی: ۴۷۔۴۹

۲۹۔ مولانا خلیل احمد سہارن پوری (م ۱۳۴۶ھ)

مولوی خلیل احمد سہارنپوری ''حسّام الحرمین'' کے ردّ میں لکھے گئے اپنے رسالہ ''المهند علی المفند'' میں عقائد علمائے دیوبند بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء، صلحاء، اَولیاء، شہداء اور صدیقین کا توسل ان کی حیات میں یا بعد از وفات جائز ہے۔''(۱)

۳۰۔ مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ)

مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری نے ''تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی'' میں توسل کے جواز پر مختلف علماء کے اِقتباسات نقل کیے ہیں۔(۲)

۳۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ)

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ''نشر الطیب'' میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نورِ سرمدی کی برکات و اعجازات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے آباء واجداد میں سب کی پیشانیوں میں اس نور کی جلوہ پاشی صاف طور پر محسوس کی جا سکتی تھی۔ آپ ﷺ ہی کا نورِ لم یزل حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب بنا، حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے نجات دلانے کا سبب یہی نور تھا اور اسی نور نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کو گل و گلزار میں بدل دیا۔ اس کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب کی اڑتیسویں (۳۸) فصل کا نام ہی ''دعا کے وقت آپ ﷺ سے توسُّل حاصل کرنا'' رکھا ہے۔ اس فصل میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

(۱) خلیل أحمد سهارن پوری، المهند علی المفند: ۳۱

(۲) مبارك پوری، تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، ۱۰: ۲۵

’’اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسُّل کسی کی دعا کا جائز ہے، اسی طرح توسُّل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔‘‘(۱)

۳۲۔ علامہ شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ)

علامہ شبیر احمد عثمانی ’’تفسیر عثمانی‘‘ میں اِیاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ کے مقبول و مقرب بندوں کو غیر مستقل اور محض واسطۂ رحمتِ الٰہی سمجھ کر اُن سے اِستعانتِ ظاہری کی جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ استعانت حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

’’اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذاتِ پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ **ہاں اگر مقبول بندے کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کی جائے۔ تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔**‘‘(۲)

حرفِ آخر

گزشتہ صفحات میں ’توحید اور توسل‘ پر مختلف عناوین سے ہم نے قرآن و حدیث اور اکابر آئمہ اُمت کے معمولات و اقوال کی روشنی میں ٹھوس دلائل سے واضح کر دیا کہ توسُّل ایک درست، جائز اور شرعی طریقہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو وسیلہ بنانا اور ان سے توسُّل کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین، تبع تابعین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں اور ائمہ کا معمول رہا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی شخص توسُّل و وسیلہ کا انکار کرے اور اسے شرک و بدعت قرار دے تو اسے حضور نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان مدنظر رکھنا چاہیے جس میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمیع اُمت میں بہترین

(۱) تھانوی، نشر الطیب، فصل نمبر: ۳۸

(۲) شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ۱: ۵۲

قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

خیر الناس قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم۔(۱)

’’سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ سے مستفاد یہ اَمر قابل غور ہے کہ کیا منکرینِ توسُّل کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں اور ائمہ کا عمل ترجیح نہیں پائے گا؟ بدقسمتی سے آج ہم نے قرآن و حدیث پر مبنی صریح دینی احکام و تعلیمات کو بھی اپنی طبیعت اور مسلک کے تابع کر دیا ہے۔ جو بات ہماری طبیعت اور خاص مسلکی ذوق کی تسکین کا باعث ہو، وہ دین ہے جبکہ اس کے علاوہ اگر کوئی امرِ دینی صحیح اور ثقہ روایات سے ثابت ہو لیکن ہماری طبیعتوں اور مسلک سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو ہم اسے دین سے خارج سمجھتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جملہ عقائد و اعمال کو افراط و تفریط سے ہٹ کر دین کی حقیقی روح کے ساتھ سمجھا جائے، تاکہ اللہ رب العزت کے حضور ہمیں دنیا و آخرت میں سرخروئی نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور إذا أشهد، ۲: ۹۳۸، رقم: ۲۵۰۹